M

اسلام زندہ آباد

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

خواتین اسلام

جس میں

اسلام کی تمام مشہور عورتوں کے دلچسپ اور

مفصل حالات لکھے ہوئے ہیں

از

مولانا اشہری صاحب

حکیم رام کشن نے بہ اجازت لالہ [illegible]

سے

سیوک سٹیم پریس لاہور میں چھپا

مکمل علاج اسپان باتصویر

اگر آپ گھوڑوں کی سواری کا مزہ لوٹنا چاہتے ہیں اور اپنے گھر میں گھوڑے رکھنا اعلیٰ شان خیال کرتے ہیں تو ضرور اس نایاب کتاب ہذا کو خرید کر اپنے پاس رکھیں یہ ایک ایسی کتاب ہے۔ کہ جس کی تعریف میں ہی ایک علیحدہ کتاب بنائی جاوے تو ممکن ہے۔

اس میں معلومات خرید و فروخت اسپاں شناخت عمر و تند مزاجی۔ گھوڑے کو چلانا ہدایات متعلقہ شہسواری و علامات و شہسواری و صحت بیماری معہ تشخیص۔ تمام اندرونی بیرونی امراض کے اسباب علامات مشرح طور پر درج ہیں اس کتاب کا خریدنا گویا ایک چابک سوار۔ یا سوداگر اسپاں کا دماغ خرید لینا ہے کبھی کا محتاج نہیں ہونا پڑتا

قیمت !!! صرف ایک روپیہ !!! عہ/

سونے کا پیرا

یعنی

ہر فن مولا حصہ دوم

یہ عجیب و غریب اور مفید عام کتاب ہے جس میں جاپان کی بہت سی صنعتوں کے مکمل بیانوں کے علاوہ جو جاپانی زبان سے ترجمہ کی گئیں کئی انگریزی کتابوں سے مدد لیکر یوروپ کی مفید عام صنعتوں کا مکمل بیان کیا گیا ہے اور علاوہ ازیں اسمیں ہندوستان کی ان بیشمار صنعتوں بیان بھی کاریگروں سے دریافت درج کیا گیا ہے جنکو آجکل مردہ صنعت خیال کیا جاتا ہے۔ قیمت فی جلد ۱۲/

المشتہر حکیم رام کشن مالک کارخانہ جڑی بوٹی شاہ عالمی دروازہ لاہور

خواتین اسلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ارجمند بانو ۔ نواب علیا بیگم ۔ نواب قدسیہ بیگم ۔ تاج محل ۔ ممتاز زمانی ۔ تاج بی بی ممتاز الزمانی بیگم ۔ یہ ساتوں نام اور خطاب ہماری مشہور ہیروئن کے ہیں ۔ جو کوئی بطور نام کے اور کوئی بطور خطاب کے استعمال کیا گیا ۔ اور کوئی عام دنیا کے پرجوش دلوں سے اس کی نسبت نکلا ۔ اور مشہور ہوا ۔ اور یہ ایک [illegible] بات ہے کہ ہم کو ردیف کی حیثیت سے بھی الف کی ردیف ہی " ارجمند بانو " نام کو سب سے پہلے زیب عنوان کرنے کا موقع ملا جو کتاب کے سر پر بطور صحیح تاج کے نمایاں ہو۔ جو تاج محل کی اعزازی علامت کو ظاہر کرتا ہے ۔ یہاں ہم سلطنت مغلیہ کے چار بڑے شاہنشاہوں کا ایک شجرہ لکھتے ہیں جس سے معلوم ہو کہ تاج محل کو ہندوستان کے سب سے زیادہ مشہور شاہنشاہوں کی بی بی اور بہو اور ماں بننے کا اتفاق ہوا ہے ۔ یعنی وہ شاہنشاہ اکبر کے بیٹے شاہنشاہ جہانگیر کی بہو ہوئی ہے ۔ اور شاہ جہاں جیسے عالیشان بادشاہ کی بی بی ۔ اور اورنگ زیب عالمگیر کی ماں ہے ۔

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

اورنگ زیب عالمگیر
اورنگ آباد عملداری نظام حیدرآباد میں عالیشان مقبرہ ہے

شاہ جہاں
روضہ تاج گنج اکبرآباد میں تاج محل کے برابر دفن ہیں۔

شاہنشاہ جہانگیر
لاہور میں نورجہاں کے مقبرہ سے کچھ پرے ہے

شاہنشاہ اکبر
اکبرآباد کے متصل سکندرہ میں عالیشان مقبرہ ہے۔

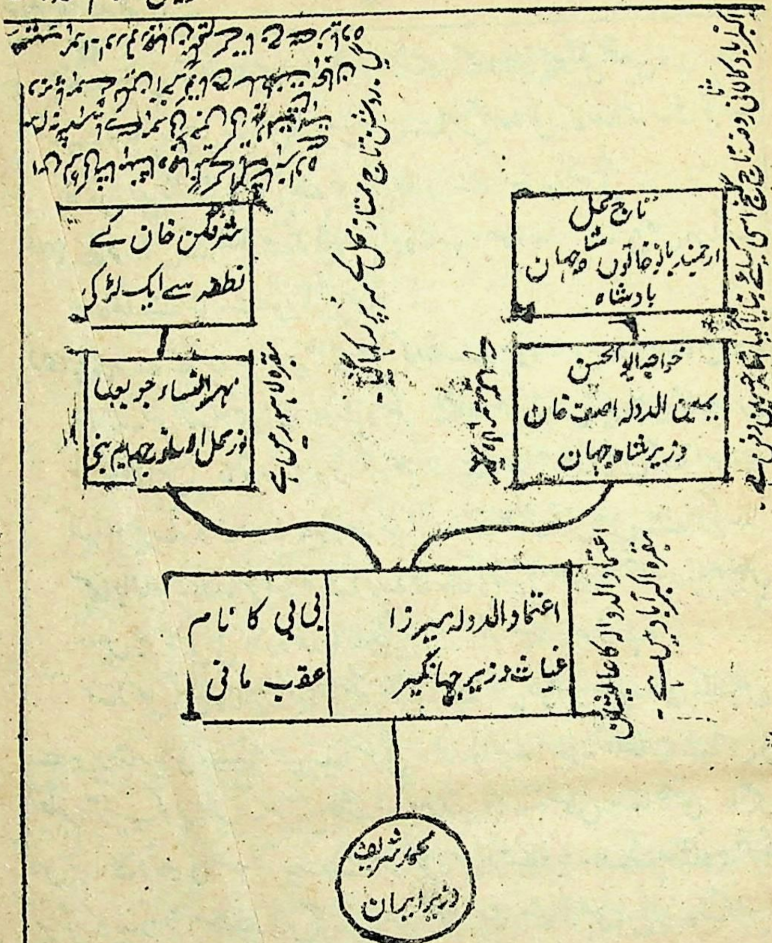
(۱) شاہنشاہ جلال الدین اکبر کا حال اس کے مشہور وزیر ابوالفضل نے اکبرنامہ میں لکھا ہے جو بہت بڑی کتاب ہے اور آئین اکبری سے اس کے انتظامات ظاہر ہوتے ہیں۔ جس کا ترجمہ فارسی سے اردو میں سر سید احمد خان بہادر مرحوم نے کیا ہے۔ اور آثار الصنادید اوس ترجمہ کا نام ہے۔

(۲) شاہنشاہ جہانگیر نے اپنی تاریخ تزک جہانگیری اپنے قلم سے لکھی ہے۔ جس کو منشی [illegible] کیا ہے۔

(۳) شاہجہاں [illegible] ت میں ملا عبد الحمید لاہوری نے بادشاہ نامہ لکھا ہے اور ڈاکٹر برنیر نے [illegible] میں بھی نہایت عجیب حالات ہیں۔

(۴) شاہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے حالات اور واقعات میں خافی خان کی تاریخ سب سے زیادہ معتبر اور مستند مانی جاتی ہے۔

پھر فارسی کے بعد اردو میں شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ صاحب دہلوی نے اپنی تاریخ [illegible] میں نہایت مشرح و بسط سے ان شاہنشاہوں کے حالات اور واقعات جمع کیے ہیں اور شمس العلماء مولوی محمد حسین صاحب آزاد دہلوی نے شاہنشاہ اکبر کے عالیشان دربار کو ایک بہت بڑے مجلد میں بڑی دلچسپی سے لکھا ہے۔ اب میں اپنی مشہور سیر و سیاحت کی نسبت ایک شجرہ پیش کرتا ہوں جس سے اس کی دلچسپ دلیلوں کے حالات آسانی سے سمجھ میں آ جائیں گے۔



بہر حال تاج محل ارجمند بانو نورجہان کے بھائی آصفجاہ کی بیٹی ہے۔ اور ہرچند نورجہاں حسن اور خوبصورتی اور سلطنت تاج محل کو قدرتی طور سے بعض باتوں میں عزت مزید حاصل ہے۔

(۱) ایک یہ کہ نورجہاں نے بچپن کی عمر میں غربت کا سامان دیکھا اور تاج محل ارجمند بانو کے باپ بھائی اور خود نورجہاں کے امیرانہ اور شاہانہ آغوش میں پرورش پائی۔

(۲) دوسرے نورجہاں کے مقابلے تاج محل کا مذاق مسلمہ ہندوستانی مذاق کے حسب حال زیادہ موزون تھا۔ جس میں ایرانی لطافتوں کے ساتھ

ہندوستانی نزاکت میں بطور طبعی سرشت کے داخل ہوگئی تھیں۔

(۳) تیسرے نورجہان کی پہلی شادی شیر افگن خان سے ہوئی۔ اس کے بعد شاہنشاہ جہانگیر کی خاتون بنی۔ اور تاج محل پہلے ہی شاہجہان سے منسوب ہوئی

(۴) چوتھے نورجہان کے بطن سے کوئی شاہزادہ نہ پیدا ہوا۔ اور تاج محل اورنگ زیب عالمگیر جیسے شاہنشاہ کی ماں ہوئی۔

(۵) پانچویں مرنے کے بعد جو درجہ تاج محل کو نصیب ہوا۔ یہ ہندوستان سے ایران تک کسی شہزادی اور بادشاہ بیگم کے حصہ میں نہیں آیا۔ یعنی شاہجہان بادشاہ نے اس کی قائم رہنے والی محبت سے متاثر ہوکر اس کے نام سے آگرہ آباد میں ایسا روضہ بنوایا جو تمام دنیا کی سات عمارتوں میں سے ایک سمجھا جاتا ہے۔ اور اس نزاکت اور لطافت کی کوئی عمارت تمام دنیا میں کہیں نہیں جو تاج بی بی کا روضہ یا تاج گنج کے نام سے مشہور ہے۔

ممتاز محل کی ماں کا نام "دیوانجی بیگم" لکھا ہے اس خوش نصیب ماں کے بطن سے یہ ہونہار لڑکی سنہ ۱۰۰۱ھ میں پیدا ہوئی تھی۔ اور نہایت امیرانہ تعلقات سے اس کی تعلیم و ترتیب کو پورا کیا گیا جس کی حیثیت سے تو یہ ایک آسمانی ستارہ تھی۔ ابھی اس پر اعلےٰ درجہ کی تعلیم و تربیت نے اور بھی اس کو چمکا دیا۔ اور شاہنشاہ جہانگیر نے جو حسن کا بہت بڑا امیر تھا۔ اس گوہر شاہوار کو اپنے بیٹے شاہجہان کو منسوب کرا دیا اور نویں ربیع الاول سنہ ۱۰۲۱ھ شنبہ جمعہ کو جبکہ شاہجہان کی عمر بیس برس گیارہ مہینے اور ارجمند بانو کی عمر انیس سال مہینے تیرہ دن کی تھی۔ نہایت دھوم دھام سے شادی کر دی اور ممتاز محل کا خطاب عطا کیا۔

(در تزک جہانگیر)

بزم شادی - شادی کی محفل اعتماد الدولہ میرزا غیاث کے مکان پر بہت بڑے تزک اور احتشام سے منعقد ہوئی۔ اور شاہنشاہ جہانگیر نے دلہا دولہن کے متعلق تمام رسمیں نہایت خوشی سے پوری کیں۔ اور ہر کام میں شریک ہوا۔ نکاح کے وقت نوشہ کے عمامہ پر موتیوں کا ہار باندھا۔ اور پانچ لاکھ روپے کے مہر پر نکاح پڑھایا گیا

محبت - شاہجہان کے محل میں اس کی بی بی بیاں تھیں۔ جن میں ایک سے ایک بڑھ چڑھ کر تھی۔ اور بعض اسی ...

صفوی فرمانروائے ایران کے پوتے مظفر حسین میرزا کی لڑکی سے شاہجہاں کا عقد
ہوچکا تھا - جو قندھاری بیگم کے لقب سے مشہور تھی - اور اس کے بطن سے ایک
لڑکی بھی پیدا ہوچکی تھی جس کا نام پرہنر بانو بیگم تھا - لیکن تاج محل یا ممتاز محل کے
آتے ہی اس کے دل سے سب کی یاد جاتی رہی - اور پورے دل پر ممتاز محل نے
قبضہ کرلیا - ممتاز محل کیساتھ شاہجہان کی محبت اس سے زیادہ پر مکتوبا کی
جاتی ہے جو شاہنشاہ جہانگیر کو نورجان بیگم کے ساتھ تھی - اور جیسے نورجہان
نے جہانگیر کو اپنے قابو میں کرلیا تھا - ویسے ہی ممتاز محل نے شاہجہان کو اپنے بس میں کرلیا
بعد موت - شاہنشاہ جہانگیر نے نورجہاں کے عشق کا کوئی خاص یادگار بعد نہ رکھا
اور نیز نورجان اس سے پہلے جہانگیر کا انتقال ہوگیا - لیکن شاہجہان نے ممتاز محل کی
محبت کو آخر وقت تک فراموش نہ کیا - اور ممتاز محل شاہجہان زندگی ہی میں رحلت
کی - اس کے یادگار میں شاہجہان نے اکبرآباد میں روضہ تاج گنج ایک لاثانی عمارت
تاج محل یا تاج بی بی کا نام خاص وعام کی زبان پر جاری ہے - تمام دنیا کے سیاح
اس کی زیارت کو آتے - اور روئے لاثانی عمارت کو دیکھکر حیران ہوتے ہیں

بعد شادی کے ممتاز محل ہمیشہ شاہجان کے ساتھ رہی - شاہجان نے ایکدم
کو اس کی جدائی گوارا نہ کی - دکن کی لڑائیوں میں بھی ممتاز محل شاہجہان اس کے
ساتھ تھی - اور سلطنت کے بڑے بڑے اہم معاملات میں شاہجہان اس کے
مشورہ کرتا تھا - اور ہمیشہ اس کی صاحب رائے جاتی تھی ۱۶۲۱ء تک دونوں دکن
میں عیش وعشرت بسر کرتے تھے - لیکن جہاں نے اس لڑکی کا (جو شیر افگن خان کے
نطفہ سے تھی) شاہنشاہ جہانگیر کے دوسرے شاہزادے یعنی شہریار سے نکاح
کرا کر بھائی بھائی اور باپ بیٹے کے درمیان تفرقہ عظیم پیدا کر دیا - اور خود نورجہان
کے گھر میں اس کے باپ اور بھائی یعنی اعتماد الدولہ اور آصف جاہ کی مصلحتیں بھی
دو قسم کی پیچیدگی میں پڑ گئیں - نورجان کو اپنے داماد شہریار کی طرفداری
منظور ہوئی - اور اس نے اس کے ولیعہد ہونے پر زور دیا - اور آصف جاہ کو اپنی
بیٹی ممتاز محل کی وجہ سے شاہجہان کا ساتھ دینا پڑا - اور خود [illegible]
شاہجہان کے ساتھ رہتی تھی - اور خدا کہ شاہجان کے سر پر تاج شہریار ہی رکھنا تھا

اس لئے یہ ایک بہت بڑا تفرقہ پیدا ہو گیا۔ اور جہانگیر نے شاہجہان کو گرفتار کر کے
قید کر دینے کا سامان کیا۔ لیکن شاہ جہان نے ساتھ آٹھ برس مختلف تدبیرات
سے کبھی دکن اور کبھی بنگالہ میں زندگی بسر کی۔ اور آخر ماہ صفر ۱۰۳۷ھ کو جہانگیر کا
انتقال ہوا۔ اور آصف جاہ کی فوری کوشش اور حسن تدبیر سے شاہجہان نے
تخت و تاج حاصل کیا۔ اور شاہ جہان نے اپنی ملکہ تاج محل کے اتفاق سے بہت
بڑا جشن کیا جس کے جشن سے کسی بادشاہ کا جشن نگاہ نہیں کھاتا۔

اور اب تو تاج محل تمام سلطنت کی مالک ہو گئی۔ اور اس کا باپ آصف جاہ
تمام سلطنت کا اصلی فرمانروا بن گیا۔ اور سچ یہ ہے۔ کہ آصف جاہ وزارت کا کام
نہایت قابلیت سے سرانجام دیا۔ جس کے مثل کا دوسرا وزیر نظر نہیں آتا۔ اور
تاج محل کی شرکت ہمیشہ بادشاہ کو مفید ہوئی۔

جشن تخت نشینی کے بعد شاہجہان نے دو لاکھ اشرفیاں اور چھ لاکھ روپیے
تاج محل کو بطور انعام عطا کئے۔ اور دس لاکھ روپیہ سالانہ کی جاگیر مقرر کی۔ اور
ایام جشن نوروز میں پچاس لاکھ روپے کے زیورات منظور کئے ۱۰۳۹ھ میں سالانہ
وظیفہ میں دو لاکھ کا اضافہ ہوا۔ عہد شاہجہان میں تاج محل کو سلطنت کے کاموں
میں ویسا ہی دخل تھا۔ جیسا کہ نورجہان کو جہانگیر کے وقت میں بادشاہ کی مہر
بھی تاج محل کے پاس رہتی تھی۔ اور آخر کو یہ خدمت اس نے اپنے باپ سے
متعلق کرا دی چنانچہ رفتہ رفتہ آصف خان کو منصب نو ہزاری عطا ہوا اور پچاس
لاکھ روپیہ سالانہ کی جاگیر بھی منظور ہوئی۔

۱۰۴۰ھ میں جب کہ شاہجہان برہانپور ملک دکن میں افغان جہان لودی کی سرکوبی
کی غرض سے خیمہ زن تھا۔ ممتاز محل حاملہ ہوئی۔ جب وضع حمل کا وقت آیا۔ تو وہ
سخت صورت میں ظاہر ہوا۔ اور ۱۷ ذیقعد روز سہ شنبہ کی نصف شب
سے چہار شنبہ تک سخت درد زہ میں مبتلا رہی۔ آدھی رات کے بعد لڑکی پیدا ہوئی
اور ممتاز محل کی بیہوشی کی انتہا نہ رہی۔ پچھلی رات کو شاہجہان کی موجودگی میں
دردناک وصیت [illegible] انتقال کی [illegible]

[illegible] یہ ہے [illegible]

وفات ممتاز محل عبرت بار

سنہ ۱۰۴۰ھ

شاہجہان کو سخت صدمہ پہنچا۔ جو تمام عمر اس کے دل سے فراموش نہ ہوا
ممتاز محل کی نعش کو باغ زین آباد واقع برہانپور متصل دریائے تاپتی بطور امانت
دفن کر دیا گیا۔ اور مرحومہ کا ترکہ جو قریب ایک کروڑ روپیہ کے تھا۔ نصف
بڑی بیٹی جہان آرا بیگم کو ملا باقی دیگر اولاد میں تقسیم کر دیا گیا۔

شاہجہان ہر جمعرات کو اس کی قبر پر جا کر فاتحہ پڑھتا۔ اس کے رنج و غم کی
انتہا نہ تھی۔ وہ باوصف بادشاہ ہونے کے خیال کرتا تھا۔ کہ ممتاز محل جیسی بیوی
اس کو نہیں مل سکتی۔ ممتاز محل کی وفات کے چھ مہینے بعد یوم جمعہ ۱۷ ربیع الاول
۱۰۴۱ھ کو ممتاز محل کی نعش برہانپور سے زیر حفاظت شہزادہ محمد شجاع اور ممتاز
محل کی جان نثار ستی النساء خانم کے اکبر آباد لائی گئی۔ اور چھ مہینے روضہ
تاج گنج کے صحن میں ایک عارضی مقبرہ میں امانتاً سپرد کیا گیا۔ اس کے بعد روضہ تاج
گنج کے اصل مقبرہ کی قبر میں دفن کیا گیا۔

تاج گنج کا روضہ روم۔ سمرقند۔ اکبر آباد۔ دہلی۔ شیراز۔ [illegible]۔ ملتان۔ لاہور
ایران۔ بلخ۔ بغداد۔ بخارا۔ شام وغیرہ کے صناعوں اور کاریگروں اور سنگ
تراشوں۔ اور گلکاروں اور خوشنویسوں نے بائیس برس کی مدت میں تیار کیا جسکو
دنیا کی بہشت کہنا اس کی سچی تعریف ہے۔ ملا عبدالحمید لاہوری نے اس کی [illegible]
سال تعمیر کا خرچ پچاس لاکھ روپیہ بتایا ہے۔ لیکن یہ خرچ صرف مزدوری کا سمجھنا چاہیئے
اور ایک کتاب [illegible] میں درج اس خزانہ بادشاہی کے تفصیلی حساب کے موافق
اس روضہ باغ [illegible] مسجد مہمان خانہ وغیرہ کی لاگت چار کروڑ اٹھارہ لاکھ اڑتالیس
ہزار آٹھ سو چھبیس روپیہ [illegible] آنہ چھ پائی درج ہے۔

مغربی سیاحوں نے اس روضہ کو دیکھ کر عشق [illegible] جیسے فرگسن بشپ
[illegible] ٹیلر [illegible] لارڈ کرزن [illegible]
[illegible] وغیرہ نے اس کی تعریف ایسے
[illegible] کی ہے۔ جو کسی حیرت انگیز اور لاثانی چیز کے لئے استعمال ہو سکتے

ہیں۔ ایک لیڈی کی رائے خاص دلچسپی رکھتی ہے۔ وہ کہتی ہے۔ کہ یہ ایسا لاثانی روضہ

ہے کہ اگر کوئی میرے لئے بنوا دے۔ تو میں آج جان دینے کو راضی ہوں۔

شاہجہان نے اسی جوڑ کا دوسرا روضہ اس کے مقابل جمنا کے دوسرے کنارہ پر اپنی قبر کے لئے بنوانا چاہا تھا۔ اور اس کی بنیاد بھی شروع کردی گئی تھی لیکن وہ بن نہ سکا۔ اور کفایت شعار اورنگ زیب کے حکم سے شاہجہان کو اس روضہ میں تاج محل کی قبر کے برابر دفن کردیا گیا۔ شاہجہان کا انتقال ۱۰۷۶ھ / ۱۶۶۵ء میں ہوا۔

تاج محل کے عاشق صادق شاہجہان بادشاہ نے تاج محل کی نہایت سچی ہمدم ستی النسا خانم صدر النسا کا مقبرہ بھی اس روضہ کے گوشہ غرب وصوب میں مسجد فتح پوری میں تیار کرادیا۔ ستی النسا خانم طالب آملی ملک الشعرائے عہد جہانگیر کی ہمشیرہ تھیں۔ ان کے شوہر کا نام نصیرا تھا۔ جو حکیم رکنا کاشی کا بھائی تھا۔ ستی النسا خانم ریاضی دانی۔ آداب مہمات خانہ داری۔ اور علم طب میں خاص دستگاہ رکھتی تھیں مگر زمانہ کی دست درازیوں نے اس مقبرہ کو سخت نقصان پہنچایا ہے۔ تاج محل کی جو سہیلیاں تھیں ان کے لئے بھی شاہجہان نے مقبرہ تیار کرایا۔ جو مسجد فتحپوری کے مقابل جانب شمال سہیلیوں کا مقبرہ مشہور ہے۔ لیکن ان سہیلیوں کے نام دریافت نہ ہو سکے۔ تاج محل کے مرنے کے بعد شاہجہان ہر سال اس کا عرس کیا کرتا تھا۔ جس میں تمام امرا و مشائخ شریک ہوتے تھے۔ اور جو مجرم اس روضہ میں جاتا وہ گرفتار نہ ہوسکتا تھا۔ اور بادشاہ نے اس کی حرمت اور مصارفت اور تنخواہ حفاظ و خدام کے لئے تیس مواضع جی ایک کروڑ روپیہ اور ان کے علاوہ ایک لاکھ روپے کی آمدنی کے بازار و مکانات وغیرہ وقف کئے تھے۔ جن کی تفصیل بادشاہ نامہ میں درج ہے لیکن اب وقف کا کچھ پتہ نہیں۔

شاہنشاہ جہانگیر کی چاہیتی ملکہ نورجہان بیگم نے اپنے داماد شہزادہ شہریار کی خاطر سے جہانگیر اور شاہجہان میں بہت اَن بَن کرا دی تھی۔ جس سے شاہجہان کو بڑی بڑی مصیبتیں اور تکالیف اٹھانا پڑیں اور ممتاز محل بھی ان مصیبتوں میں شاہجہان کے شریک حال رہی لیکن شاہجہان اور ممتاز محل نے اپنی سلطنت

کے زمانہ میں جہانگیر کی روح کو بے چین - اور نورجہان کو تکلیف دینا نہیں چاہا - بلکہ نورجہان کو پوری عزت اور آزادی سے لاہور میں رہنے کی اجازت دی - اور بیس لاکھ روپیہ سالانہ کا وظیفہ مقرر کر دیا - جس سے شاہجہان اور ممتاز محل کے نہایت شریفانہ طبیعت کا ثبوت ملتا ہے - خدا ان کو اس دنیا میں بھی باغ فردوس مع حور و قصور عطا فرمائے - تاج محل نے اپنی زندگی میں سینکڑوں مجرموں کے قصور معاف کرانے میں کوشش کی - سینکڑوں قرضداروں کے دین ادا کئے ہزاروں لاوارث لڑکے لڑکیوں کی شادیاں کر دیں - اور ان کے وظیفے مقرر کئے - اور لاکھوں ننگوں اور بھوکوں کی پرورش کا سامان کیا - جس کے مقابلہ میں کسی بادشاہ بیگم کا نام نہیں لیا جا سکتا -

تاج محل کے آٹھ لڑکے اور چھ لڑکیاں پیدا ہوئیں - ان کے نام یہ ہیں -

(۱) حور النسا بیگم ۲۰ صفر ۱۰۲۲ھ ۱۶۱۳ء کو اکبرآباد میں پیدا ہوئی - اور تین سال ایک ماہ کی ہو کر انتقال کیا -

(۲) جہاں آرا بیگم ۲۱ صفر ۱۰۲۳ھ کو پیدا ہوئی -

(۳) دارا شکوہ اجمیر میں ۲۹ صفر ۱۰۲۴ھ کو پیدا ہوا -

(۴) شاہ شجاع اجمیر میں ۱۸ جمادی الآخر ۱۰۲۵ھ کو پیدا ہوا -

(۵) روشن آرا بیگم برہانپور میں ۲۰ رمضان ۱۰۲۶ھ کو پیدا ہوئیں -

(۶) اورنگ زیب عالمگیر ۱۵ ذی قعدہ ۱۰۲۷ھ کو پیدا ہوا -

(۷) امید بخش ۱۸ محرم ۱۰۲۹ھ کو پیدا ہوا اور مقام برہانپور ۱۰۳۱ھ میں انتقال کیا

(۸) ثریا بیگم ۲۸ رجب ۱۰۳۰ھ کو پیدا ہوئی اور سات سال کی عمر میں وفات پائی -

(۹) ایک اور لڑکا پیدا ہو کر چند روز کے بعد مر گیا -

(۱۰) مراد بخش قلعہ رہتاس میں ۲۵ ذی الحجہ ۱۰۳۳ھ کو پیدا ہوا -

(۱۱) لطف اللہ ۱۲ صفر ۱۰۳۶ھ کو پیدا ہوا اور ڈیڑھ برس میں انتقال کیا

(۱۲) شہزادہ دولت افزا ۱۰۳۷ھ میں پیدا ہوا اور اسی سال رحلت کی

(۱۳) [illegible] ۱۰۳۹ھ کو پیدا ہوئی اور اسی سال رحلت کی -

(۱۴) گوہر آرا بیگم آخری لڑکی ۱۷ ذی قعدہ ۱۰۴۰ھ میں بمقام برہانپور پیدا ہوئی

یہی لڑکی تھی - جس کی زچگی میں ممتاز محل نے انتقال کیا -

اعزاز النسا بیگم

پہلے یہ اکبرآبادی بیگم کے نام سے یاد کی گئیں - پھر اعزاز النسا بیگم کا خطاب پایا

یہ بیگم شاہجہان بادشاہ کی معزز بیگمات میں سے ہے - ممتاز محل نے پہلے اس کا بھی دور دورہ ہو چکا ہے - اور ممتاز محل کے بعد بھی اس کے اعزاز میں فرق نہیں آیا - گو ممتاز محل کا درجہ خاص تھا - اور اس کے باپ کے وزیر و ممتاز محل ہونے سے ساری سلطنت پر اس کو تمدنی اقتدار حاصل تھا! اور اس پر ممتاز محل کے حسن ذاتی اور اوصاف صفاتی نے اسکو اور بھی چمکا رکھا تھا - اور شاہ جہاں کی نسبت ان سب سے زیادہ ذریعہ اعزاز تھی - لیکن اعزاز النساء بیگم کے ذاتی اوصاف اور حسن اخلاق - اور ہر ایک کے مناسب برتاؤ نے اس کو سارے بر سرائے شاہی کا ہر دلعزیز حکمران بنا رکھا تھا - یہاں تک کہ خود ممتاز محل جو اسکی حریف و انباز تھی - اس کی ادائے اخلاق کی شیفتہ اور اس کے اعزاز ناز کی نگہبان تھی - اور جب بھی شاہجہان کے پاس دونوں مل بیٹھی تھی - تو قطب کے پاس قطبین معلوم ہوتی تھیں - یا چاند کے پاس زہرہ و مشتری - کیونکہ اعزاز النسا بیگم کا حسن بھی شہرہ عام تھا - اعزاز النسا جاوصف تمام اخلاق اور ملنساری کے انتہا کی غیور تھی - اور اس کو خودداری او تمکنت کا بہت کچھ لحاظ رہتا تھا - اس کے محل میں ہر بات حدّات سے آگے بڑھ سکتی تھی - اور کوئی معمولی آواز سے زیادہ اونچی آواز سے بات نہ کر سکتا تھا - وہ بھی بہت آہستہ بات کرتی تھی اور ہر کام کے لئے وقت کی پابند تھی - فارسی کی انشا و شاعری میں بہت بڑی قابلیت رکھتی تھی - اور خط نستعلیق - اور گلزار و شفیقہ خوب لکھی تھی -

اس کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا تھا - وہ شیر خوارگی میں ہی مر گیا - لیکن ممتاز محل

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

دارا کو بھی یہ اپنے بچوں کی طرح سمجھتی تھی - اور وہ بھی اس کا ادب مثل ماں کے

کرتے تھے ۔ چنانچہ ممتاز محل کے بعد جب کہ کم سن تھے ۔ ان کی دیکھ بھال میں اعزاز النساء بیگم نے محبت کا کوئی موقعہ اٹھا نہیں رکھا ۔ اور یہی باتیں اس کو بادشاہ اور شاہزادوں اور تمام محل میں قابل احترام بنائے ہوئے تھیں ممتاز محل کے بعد شاہ جہاں کو اگر بیبیوں کے ساتھ کچھ توجہ باقی تھی ۔ تو وہ اعزاز النساء بیگم کے ساتھ تھی ۔ ورنہ ممتاز محل کی محبت میں وہ سب کو بھولا ہوا تھا ۔ اعزاز النساء بیگم کی طبیعت رشک و حسد سے بالکل پاک تھی ۔ اور ممتاز محل جب کبھی بادشاہ سے روٹھ جاتی ۔ اور اپنے محبوبانہ انداز کا اثر بادشاہ کے دیکھنے کے لئے بادشاہ سے تغافل کا اظہار کرتی ۔ تو اعزاز النساء بیگم درمیان میں بیٹھ کر اس طور پر ممتاز محل کو مناتی ۔ اور اس خوبی سے دونوں میں صفائی کرا دیتی ۔ کہ دونوں کے دلوں پر اس کی لیاقت اور صلح پسندی کا اثر ہوتا ۔ اور ممتاز محل بے اختیار اس کے گلے میں باہیں ڈال کر اس کی سچی محبت پر نازاں ہوتی اعزاز النساء بیگم کے محل کا ہر ملازم اور نوکر و خدمتگار و فراش اور ایک ایک بیبی صفائی ۔ اور ادب اور ہر ایک کام کے قواعد کی پابندی کا قابل نظیر نمونہ تھا ۔ ایک موقعہ پر جب کہ تمہارا ممتاز محل سے بادشاہ کی محبت کا زور و شور تھا ۔ اعزاز النساء بیگم نے یہ رباعی لکھی ۔

تا شاہ جہان مایۂ ناز بود | خاتون عمل بدہر ممتاز بود
پایندہ ہمیں پر تو احسان کافی رہت | تا ظل شہی روائے اعزاز بود

بادشاہ یہ رباعی دیکھ کر خود تشریف لائے اور اعزاز النساء بیگم کے اعزاز میں توجہ خاص کا اظہار کیا ۔

آرزو

یہ خاتون سمرقند کی رہنے والی ہے ۔ کوئی تذکرہ اس کے ذکر سے خالی

یہی لڑکی تھی۔ جس کی زچگی میں ممتاز محل نے انتقال کیا۔

اعزاز النسا بیگم

پہلے یہ اکبرآبادی بیگم کے نام سے یاد کی گئیں۔ پھر اعزاز النسا بیگم کا خطاب پایا

یہ بیگم شاہجہان بادشاہ کی معزز بیگمات میں سے ہے۔ ممتاز محل نے پہلے اس کا بھی دور دورہ ہو چکا ہے۔ اور ممتاز محل کے بعد بھی اس کے اعزاز میں فرق نہیں آیا۔ گو ممتاز محل کا درجہ خاص تھا۔ اور اس کے باپ کے وزیر و ممتاز محل ہونے سے ساری سلطنت پر اس کو تمدنی اقتدار حاصل تھا۔ اور اس پر ممتاز محل کے حسن ذاتی اور اوصاف صفاتی نے اسکو اور بھی چمکا رکھا تھا۔ اور شاہجہاں کی نسبت ان سے زیادہ ذریعہ اعزاز تھی۔ لیکن اعزاز النساء بیگم کے ذاتی اوصاف اور حسن اخلاق۔ اور ہر ایک کے مناسب برتاؤ نے اس کو سارے برسرائے شاہی کا ہر دلعزیز حکمران بنا رکھا تھا۔ یہاں تک کہ خود ممتاز محل جو اسکی حریف و انباز تھی۔ اس کی ادائے اخلاق کی شیفتہ اور اس کے اعزاز و ناز کی تعریف تھی۔ اور جب بھی شاہجہان کے پاس دونوں مل بیٹھی تھیں۔ تو قطب کے پاس قطبین معلوم ہوتی تھیں۔ یا چاند کے پاس زہرہ و مشتری۔ کیونکہ اعزاز النسا بیگم کا حسن بھی شہرہ عام تھا۔ اعزاز النسا جو وصف تمام اخلاق اور ملنساری کے انتہا کی غیور تھی۔ اور اس کو خودداری اور تمکنت کا بہت کچھ لحاظ رہتا تھا۔ اس کے محل میں ہر بات حد ادب سے آگے نہ بڑھ سکتی تھی۔ اور کوئی معمولی آواز سے زیادہ اونچی آواز سے بات نہ کر سکتا تھا۔ وہ بھی بہت آہستہ بات کرتی تھی اور ہر کام کے لئے وقت کی پابند تھی۔ فارسی کی انشاء و شاعری میں بہت بڑی قابلیت رکھتی تھی۔ اور خط نستعلیق۔ اور گلزار و شفیعہ خوب لکھتی تھی۔

اس کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا تھا۔ وہ تین برس کا ہو کر مر گیا۔ لیکن ممتاز محل کی اولاد کو بھی یہ اپنے بچوں کی طرح سمجھتی تھی۔ اور جب تک ان کی ماں کے

کرتے تھے چنانچہ ممتاز محل کے بعد جو بچے کم سن تھے - ان کی دیکھ بھال میں
اعزاز النسا بیگم نے محبت کا کوئی موقعہ اٹھا نہیں رکھا - اور یہی باتیں اس کو
بادشاہ اور شاہزادوں اور تمام محل میں قابل احترام بنائے ہوئے تھیں
ممتاز محل کے بعد شاہ جہاں کو اگر بیبیوں کے ساتھ کچھ توجہ باقی تھی - تو وہ اعزاز
النسا بیگم کے ساتھ تھی - ورنہ ممتاز محل کی محبت میں وہ سب کو بھولا ہوا تھا -
اعزاز النسا بیگم کی طبیعت رشک و حسد سے بالکل پاک تھی - اور ممتاز محل جب
کبھی بادشاہ سے روٹھ جاتی - اور اپنے محبوبانہ انداز کا اثر بادشاہ کے دیکھنے
کے لئے بادشاہ سے تغافل کا اظہار کرتی - تو اعزاز النسا بیگم درمیان میں بیٹھ کر
اس طور پر ممتاز محل کو مناتی - اور اس خوبی سے دونوں میں صفائی کرا دیتی - کہ
دونوں کے دلوں پر اس کی لیاقت اور صلح پسندی کا اثر ہوتا - اور ممتاز محل
بے اختیار اس کے گلے میں باہیں ڈال کر اس کی سچی محبت پر نازاں ہوتی
اعزاز النسا بیگم کے محل کا ہر ملازم اور نوکر و خدمتگار و فراش اور ایک ایک بیبی
صفائی - اور ادب اور ہر ایک کام کے قواعد کی پابندی کا قابل
نظیر نمونہ تھا - ایک موقعہ پر جب کہ تمہارا ممتاز محل سے
بادشاہ کی محبت کا زور و شور تھا - اعزاز النساء بیگم
نے یہ رباعی لکھی -

تا شاہ جہان پایہ تاز بود — خاتون عمل بدہر ممتاز بود
پاینده ہمیں پرتو احسان کافی رحمت — تا ظل شہی ردائے اعزاز بود

بادشاہ یہ رباعی یہ دیکھ کر خود تشریف لائے - اور اعزاز النسا بیگم کے
اعزاز میں توجہ خاص کا اظہار کیا -

آرزو

یہ خاتون سمرقند کی رہنے والی ہے - کوئی تذکرہ اس کے ذکر سے خالی

تھیں۔ دسویں صدی ہجری میں تھی۔ اس کے ایک شعر سے اس کے شاعرانہ مذاق کا اندازہ ہوتا ہے۔ کہتی ہے۔

شنوئم خاک رہت گر بدر دما نرسی
پشاں بروئم کر دگیر بگیرد ما نرسی

تذکروں میں شندیم خاک رہت لکھا ہے۔ جو سہوا لقلم معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے شنوئم خاک رہت لکھا ہے۔ صاحب جواہر العجائب یہ شعر لکھتے ہیں۔

مانند داغ عشق اوز بر عیانم از سر آرزو
آرزو سوز است عشق و من سراسر آرزو

آغا بیگی

اس کو آغا بیگہ بھی کہتے ہیں۔ یہ بہت بڑی مردانہ عورت تھی۔ مردوں کا لباس پہنکر اور گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے کرتبوں سے دیکھنے والوں کو حیران کرتی تھی۔ نیزہ بازی۔ تیر اندازی۔ کمند افگنی اس کے ہاتھ کے کھیل تھے میرزا میران شاہ گورکانی چغتائی کی بیٹی تھی۔ خاوند کا نام سعد وقاص ہے ۸۱۷ھ ہجری میں کمانوں کی فوج نے قرہ یوسف کی طرف سے گرفتار اور گورکانی قبیلہ کو ذلیل و خوار کرنا چاہا۔ مگر یہ بہادر عورت مسلح ہو کر میدان میں آئی۔ اس کے ساتھ اس کے وفادار خادم اور غلام ان کے دل چلے جوان تھے۔ اور عورت کو آگے دیکھ کر ان کے حوصلے اور بھی بڑھ گئے تھے۔ اس نے میدان میں آکر للکارا کہ تم بہت ہو۔ ہم تھوڑے ہیں۔ تمہارا حریف اور مردمی میں عورت ہوں۔ مگر بہادری تھوڑے بہت اور عورت مرد پر منحصر نہیں۔ ہاں بڑے کون بڑھتا ہے اس پر ایک جوشیلا نوجوان بڑھا۔ اس نے اس کو مار گیا۔ پھر

عام مقابلہ ہو پڑا - اور اس کے مقابلہ میں تیر کمانوں کے بھی چھوٹ گئے - اور
اس کو فتح نصیب ہوئی - تب اس نے مقتول تیر کمانوں کے سر میز اٹھا ہر خ
اپنے سردار کے حضور میں پیش کئے - وہ اس کی بہادری اور مردانگی سے بے انتہا
خوش ہوا - اور اس نے آغا بیگم کو اپنی خوشنودی اور اس کی تعریف مردانگی کی
ایک سند عنایت کی - جس کی پیشانی پر شعر لکھا -

وَلَوْ كَانَ النِّسَاءُ بِمِثْلِ هٰذَا
لَفُضِّلَتْ النِّسَاءُ عَلَى الرِّجَالِ

یعنی ایسی عورتیں کہاں - اس عورت کو مرد پر فضیلت ہے -

(مشاہیر و خواتین)

آتون

اس خاتون عجم کا نام توتی آتون ہے - آتون بطور اتالیق کے ہوتی ہے
جیسے اب بھی کسی ایسی عورت کو کہا جاتا ہے کہ آتون جی - یہ خاتون مشہور
ملا بقائی شاعر کی بی بی ہے -

بلبل ہمیں کہ قافیہ گل شود بس است

ملا بقائی میر نظام الدین علی والئی ہرات کے مصاحبین میں خاص رسوخ
رکھتے تھے - اور بقائی - اور آتون میں خوب خوب چھیڑ چھاڑ ہوا کرتی تھی جس کو
حکمران وقت کے محل میں بڑی دلچسپی سے دیکھا جاتا تھا - ایک دفعہ ملا بقائی
نے یہ رباعی پڑھی ؎

یاران - رستم پیرزنے کشت مرا | کاواک شدہ چھٹنے از او پشت مرا
گر پشت بسوئے او دمے خواب کنم | بیدار کند بضرب انگشت مرا

مطلب یہ کہ ایک بوڑھی عورت کی ہم بستری نے مجھکو چھید وپشت کردیا ہے
اگر میں اس کی طرف سے پیٹھ دیکر سوتا ہوں - تو وہ مجھکو انگلی مار کر جگاتی ہے

تو نی آتون نے فی الفور اس کے جواب میں رباعی کہی اور پڑھی وہ یہ ہے۔

ہیچ انگبیں ست لے گشت مرا - روز نے بنود از دو بجز پشت مرا
قوت چنانچہ پا تو اند بر داشت بہتر بود ار پشت دو صد مشت مرا

مطلب یہ کہ مجھ کو عجب سست آدمی سے کام پڑا ہے۔ جو سوائے پیٹھ رہنے کے میرے کام کا نہیں۔ اس میں پانو اٹھانے کی بھی قوت نہیں ہے۔ ایسے آدمی کی پیٹھ کی جگہ دو گھونسے اچھے۔ اس پر قہقہہ اڑا۔ اور ملا صاحب نے فلسفہ رافت کا جواب پالیا۔

آسیہ

یہ نیک بخت بی بی محمد بن الضیا قاضی مکہ معظمہ کی ماں ہے۔ اور جار اللہ بن صالح بن ابی المنصور کی بیٹی ۷۵۸ ہجری میں بمقام مکہ پیدا ہوئی دیندار باپ نے بڑی دھوم سے عقیقہ کیا چالیس اونٹ ذبح کئے۔ آسیہ خاتون نے علم حدیث کو اپنے دادا سے پڑھا چکا چرچا ہر وقت ان کے گھر میں رہتا تھا آسیہ کا حافظہ لاثانی تھا۔ ہزاروں حدیثیں مع اسناد اس کو زبانی یاد تھیں۔ جلال الدین سیوطی جیسا مستند علامہ آسیہ خاتون کے تبحر علم حدیث کا قائل ہے سیوطی نے آسیہ خاتون کو شیوخ عرب سے مثل بتایا ہے اور آسیہ خاتون کے سامنے بطور ایک مودب شاگرد کے بیٹھنا اپنا فخر سمجھتے ہیں۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ آسیہ خاتون کس مرتبہ کی بی بی ہوں گی۔ (تذکرۃ الخواتین و مقامات سیوطی)

آغا کوچک

صاحب صحیفہ مشاہیر نسواں لکھتے ہیں۔ کہ آغا کوچک شاہزادہ سبقت

الدولہ مرزا کی بیٹی ہے۔ ماں کی طرف سے اس کا رشتہ معتمد الدولہ نشاط سے اور باپ کی طرف سے فتح علیشاہ دارائے ایران سے ملتا ہے۔ بہت بڑی خوش بیان اور صاحب کمال عورت تھی۔ ذیل کی رباعی اس کی ہے۔

گویند بہشت و حور و کوثر باقی است — در روز جزا دوزخ و محشر باقی است
دوزخ چہ بو بغض علی و آتش — جنت بہ محبت پیغمبر باقی است

مذہب شیعہ تھا۔ حب اہلبیت اس کے کلام سے ظاہر ہوتی ہے۔

آفاقی

اس شاعرہ کا نام آقا بیگم تھا۔ جو ہم کو مردوں کا سا نام معلوم ہوتا ہے لیکن ایران میں اکثر ایسے نام عہد سے۔ اور مردانہ قسم کے خطاب بھی عورتوں سے منسوب ہیں۔ جیسے علیس الدولہ۔ ریحان الدولہ یہ مرزائی خراسانی کی بیٹی تھی۔ صاحب گلدستہ ریحان انجم نے اس کے طرز بیان کی استادانہ بتایا ہے۔ اور لکھا ہے کہ یہ فن شعر میں بہت شاگرد رکھتی تھی۔ اور اکثر محلات اس کی سند آمد اس کی شاعری۔ اور خوش گفتاری کی وجہ سے تھی۔ اکثر تابان سے آفاقی کا شعر نقل کیا جاتا ہے۔ جو عام طور پر پڑھا جاتا ہے ؎

زہشیاران عالم ہر کرا دیدم غمے دارد
دلا دیوانہ شو دیوانگی ہم عالمے دارد

آرام

ہندوستان کے ... [illegible]

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

گی عورتیں جمع تھیں - ان میں ایک آرام بیگم بھی تھیں - جن کو شاہنشاہ کی بیگم ہونے
کی عزت حاصل تھی - اور ان کے حسن اور حسن ادا نے بادشاہ کے دل میں ان کو ایک
علاوہ جگہ دے رکھی تھی - دل آرام بھی اس بیگم کا نام ہے - کہا ہے کہ ایک روز
بادشاہ سلامت بیگمات سے شطرنج کھیل رہے تھے - اور چار بیگمیں سامنے بیٹھی
تھیں - ایک کا تخلص جہاں دوسری کا حیات تیسری کا وفا چوتھی کا دل آرام تھا
اور شرط یہ تھی - کہ جو کوئی بازی ہارے - وہ ایک عورت بازی جیتنے والے کو دے
اتفاق سے بادشاہ کی بازی کمزور ہوئی - اور بادشاہ کو یہ فکر ہوئی - کہ اگر
میں شرط ہار گیا - تو کون سی عورت جیتنے والی بیگم کو دینا چاہیئے - اور ہر چند حقیقتاً
ایسا نہ ہو - لیکن کھیل میں برائے نام تو کسی کا نام لینا پڑے گا - تو میں کس کا نام لوں
اور چاروں بیگموں نے بھی تاڑ لیا - کہ بادشاہ سلامت اس سوچ میں ہیں - جب
بادشاہ نے شطرنج کی چال چلنے پر فکر کے ساتھ جہاں کی طرف دیکھا تو جہاں نے [illegible]

تو بادشاہ جہانی جہاں ز دست مدہ
کہ بادشاہ جہاں را جہاں بکار آید

دوسرے موقع پر حیات نے کہا -

جہاں خوش است ولیکن حیات می باید
اگر حیات نباشد جہاں چہ کار آید

تیسری چال پر وفا نے یوں بات بنائی -

جہاں و حیات و ہمہ بیوفا ست
شما را نگہدار آخر وفا ست

لیکن دل آرام بیگم ان سب میں ہوشیار اور تیز طرار تھیں - انہوں نے
بازی کا رخ دیکھ کر بات بھی بنائی اور چال بھی سکھائی - یعنی کہا کہ

شاہا دو رخ بدہ و دل آرام را مدہ
پیل و پیادہ پیش کن اسپ کشت ما

یعنی پہلی نے تو کہا کہ یہ جہاں ہے - بادشاہ کو جہاں کا دینا نہ چاہیئے -
دوسری نے کہا کہ حیات [illegible]

ضروری اگر حیات نہیں تو جہاں کس کام کا ۔

تیسری کا مقصد یہ ہے ۔ کہ جان اور حیات دونوں کو ہے ۔ اور وہ دونوں بیوفا ہیں ۔ پس فنا کو نہ بھولنا چاہئے ۔ اور چوتھی کا جواب یہ کہ اے بادشاہ اس بیچ سے دور رُخ دے ۔ مگر دل آرام کو نہ دے ۔ اور پیل پیادہ آگے بڑھا کر اپنے گھوڑے سے مات کرے ۔

بادشاہ یہ شعر سنتے ہی خوش ہو گیا ۔ اور اس کی بتائی ہوئی چال سے بازی جیت لی ۔ دل آرام بیگم کے چند اشعار درج ذیل ہیں ۔

ننوشیدم سحر گہ چوں شراب ارغوانی را ۔ گرد کردم بجام مے لباس پارسائی را

شدم ہمدم بمیخواراں بخلوتخانۂ حیرت ۔ شکستم ساغر وبکا نمودم ریائی را

گرفتم دامن صحرا شدم ہم پیشہ مجنوں ۔ سبق آموز گشتم درس عشق بینوائی را

عرفی شیرازی کے قصیدہ پر بہت پر رونا اشعار لکھے ہیں انمیں سے دو شعر لکھے جاتے ہیں

مجواز دل خود ساز ہمہ نقش عدم را ۔ منزل گہ اعتبار مکن فرش حرم را

سرمایہ عقبیٰ بکف آور کہ مبادا ۔ نفذ بر کشد بر سر تیغ دو دم را

بیا آہ وفا کرد جسد خود دستی لگا ہارا ۔ بزور جذب کردم رام باخود بجگلی ماں را

آسیہ خانم ۔ ایران کے بادشاہ فتح علیشاہ قاچار کی بیگموں میں بڑی محترم تھی ۔ محمد خان عزیز الدین کو کی بیٹی ہے ۔ محمد خان ایک بہادر فوجی عہدہ دار تھا ۔ آسیہ خانم اپنے وقت میں بہت بڑی فاضلہ اور شاعرہ سمجھی جاتی تھی ۔ طہران میں مشہور تھا ۔ کہ وہ ایک دل صفت عورت ہے مذہبی فرائض کی سخت پابند تھی ۔ اکثر عورتوں کے ساتھ رحمدلی سے پیش آتی تھی ۔ اور مناسب سلوک کرتی تھی ۔ ۱۲۱۲ ہجری میں وہ حج کو گئی ۔ اور طہران میں واپس آکر رحلت کی ۔ اس کے لاش نجف اشرف میں دفن کرنے کو بھیجی گئی ۔

آغا باجی

فتح علیشاہ قاچار بادشاہ ایران کی چاہتی بی بی تھی ۔ اس کے باپ کا نام ابراہیم خان جوان شیر شوشی ہے ۔ جوان شیر کا لقب اس کو اس کی ذاتی وجاہت زر تنومندی اور بہادری نے شاہی دربار سے دلوایا تھا۔ اس کا سرخ سپید رعب دار چہرہ بھورے رنگ کی بیچی اور گھنی داڑھی اور لمبی لمبی مونچھوں سے چھپا رہتا تھا۔ سر کے سنہری بال زلفوں کی صورت میں شانوں پر پڑے رہتے تھے ۔ اور اکثر شیر نیتدوے کی کھال کا چغلتا پہنتا تھا۔ اس ہیئت سے اس کا چہرہ بطور ایال دار شیر کے چہرہ کے معلوم ہوتا تھا ۔ ایک مرتبہ فتح علیشاہ شکار کو گئے ہوئے تھے۔ اور ابراہیم خان درختوں کے جھنڈ میں چھپا ہوا بیٹھا تھا۔ تاکہ کوئی جانور نکلے تو گولی چلائے ۔ بادشاہ کی نظر ان درختوں کے جھنڈ میں پڑی ۔ اور بادی النظر خیال کیا۔ کہ یہ شیر چھپا ہوا بیٹھا ہے ۔ اس کی روشن آنکھیں بھی تیزی سے چمکتی ہوئی معلوم ہوئیں ۔ اور بادشاہ نے بندوق سے گولی لگانے کا قصد کیا ادھر ابراہیم خان بھی سمجھ گیا۔ کہ بادشاہ کو کچھ دھوکا ہوا ہے ۔ اور کھڑا ہو گیا بادشاہ نے اس کو اس کی جان بچنے پر پیار کیا اور دی ۔ ابراہیم خان نے آغا باجی کا نکاح فتح علیشاہ کے ساتھ کئی شرائط پر منظور کیا تھا۔ اور آغا باجی دو سو نوکر اور پیش خدمتین اور کنیزیں اور مصاحبین لے کر شاہی محل میں داخل ہوئی تھی شاہی محل میں اس کا خاص اعزاز کیا جاتا تھا۔ اور وہ بڑی عالیہ دماغ اور نازک مزاج مشہور تھی ۔

تذکروں میں لکھا ہے ۔ کہ آغا باجی مدت العمر فتح علیشاہ سے ہم بستر نہ ہوئی کیونکہ اس بات کی جانب اس کو توجہ نہ تھی ۔ وہ طرح طرح کی آرائش اور لباس کے دوسرے شوقوں میں منہمک رہتی تھی ۔ اور فتح علیشاہ کو اس کے اعزاز کا خاص خیال رہتا تھا۔ ممکن ہے کہ تمام عمر ہم بستر نہ ہونے کا خیال غلط ہو

لیکن آغا باجی کے واقعات اور اس کے برتاؤ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنی خودداری کا بہت کچھ خیال رکھتی تھی۔ آغا باجی اکثر شعر سخن سے دل بہلایا کرتی تھی۔ اور نہایت اعلےٰ درجہ کی اور عالمہ اور نابغہ عورتیں اس کی صحبت میں حاضر رہتی تھیں۔ آغا باجی کا ایک قطعہ یہ ہے۔

بغرامم آن کو بسر کوئے تو جائے دارد ۔۔۔ کہ ہر کوئے تو خوش آب و ہوائے دارد

ہم سفر رفت و دلم شد جرس ناقۂ او ۔۔۔ رسم این است کہ ہر ناقۂ درائے دارد

آمنہ بیگم خاتون ہاں نظام شاہ

آمنہ بیگم یہاں نظام شاہ کی خواتین خاص درجہ رکھتی تھیں۔ خدا داد شکل پائی تھی۔ علم وکمال سے آراستہ تھیں۔ غریبوں کی رفاہ کا خاص خیال رکھتی تھیں۔ اکثر غریبوں کو کھانا دیا جاتا۔ اور جاڑے گرمی کے کپڑے تقسیم کیا کرتی تھیں۔ بارش کے کمبل جاڑے میں لحاف رضائیاں گرمی میں گاڑھے کے دوہر تقسیم ہوا کرتے تھے۔ صاحب تاریخ فرشتہ لکھتے ہیں۔ کہ اس کے بطن سے دو شہزادے حسین نظام شاہ اور عبد القادر پیدا ہوئے۔ اگرچہ شاہ کی حرم ہیں اور بہت سی خواتین تھیں۔ لیکن بادشاہ کو سب سے زیادہ آمنہ کا اکرام و احترام مد نظر رہتا تھا۔ قصبہ آمنہ پور آمنہ بیگم کی یادگار ہے۔ جو آمنہ بیگم نے اپنے نام پر سنہ ۹۲ھ سے پہلے آباد کیا تھا۔

آمنہ

عُتبہ بن حاشیہ اشغاب کی بیٹی تھی۔ عتبہ بن بنی تمیم ایک بڑا شہسوار

گزرا ہے۔ یوم الغبیط اور یوم المحطط کے معرکوں میں اور نیز یوم عوکی لڑائی میں سنہ ۱۶۳۳ء
میں اس نے خوب خوب دادِ مردانگی دی تھی۔ اخیر لڑائی میں میں جب وہ بنی یربوع
سے بنی تمیم کا مال واپس لے چکا تو اپنے گھوڑے پر سوار اندھیری رات میں
اکیلا میدانِ جنگ سے روانہ ہوا۔ اس موقع پر ذوات بن ربیعۃ الاشتر یربوعی
نے ایک تیر لگایا۔ جو اس کے حلق میں چھد گیا۔ اور عتیبہ فوراً گھوڑے سے گر کر
مر گیا تھوڑی ہی دیر میں پیچھے سے عتیبہ کا بیٹا ربیع آ پہونچا۔ اس نے ذواب کو گرفتار کر لیا
اور بعد میں جب اس نے پتہ لگایا۔ کہ یہ اس کے باپ کا قاتل ہے۔ تو بلا دریغ
ربیع نے ذواب کو مار ڈالا آمنہ اپنے باپ کے سوگ میں کہتی ہیں۔

تروّحنا من اللعباء عصرا	فاعجلنا الالاہۃ ان تؤوما
ہم لعبا سے شام کو چلے	سورج غروب ہونے سے پہلے
ہمو مثل ابن منہ فالعباہ	تشق نواعم البشر الجیوبا
ابن امہ جیسے شخص پر اسکی ہونیکی منادی	نازک مزاج عورتیں گریبان پھاڑ رہیں
وکان ابو عتیبۃ شمّریّا	ولا تلقاہ یدّخر النصیبا
ابو عتیبہ سربام میں مستعد تھا	کبھی تو نے اسکو مال جمع کرتے نہ دیکھا ہوگا
ضروبًا بالیدین اذا اشمعلّت	عوان الحرب لا ورعا ھیوبا
برادر ہاتھ سے مارنے والا تھا جب بوڑھی ہو گئی	جنگ سخت۔ ڈرپوک نہ تھا

یہ اشعار دیوانِ حماسہ میں مطلب شناس ہونے سے نقل کئے گئے ہیں۔

آمنہ عنزیہ

یہ ہوشیار تھا عبد اللہ بن عبد اللہ بن دینہ کی بی بی کا چال چلن بد نام تھا
اس لئے اس نے اس کو طلاق دیکر آمنہ سے نکاح کر لیا۔ اگرچہ عبد اللہ پہلی
صدی ہجری کا مشہور شاعر تھا۔ مگر آمنہ کی بھی شاعرانہ قابلیت اس سے کم
نہ تھی مگر انہیں دونوں میں خوب بنا کرتی تھی اور ایک ... گئے

کلام کی داد دیتا تھا۔ ایک دن آمنہ نے اپنے شوہر کی جانب مخاطب ہو کر فی البدیہہ یہ اشعار کہے۔

ذممت الذی خلقتنی ما وعدتنی — و اشمت بی من کان فیک یلوم
تو نے وعدہ خلافی کی — اور ملامت کرنے والوں کو مجھ پر ہنسایا
و ابرزتنی للناس ثم ترکتنی — لهم غرضا ارمی و انت سلیم
لوگوں کے تیر ملامت کا مجھے — نشانہ بنا کر آپ بچ رہے اور سلامت رہے
فلو کان قول یکلم الجسم قد بدا — بجسمی من قول الوشاۃ کلوم
اگر ملامت سے جسم پر زخم ہوتے تو میرے — جسم پر اس سے بہت زخم پیدا ہو گئے ہیں

آمنہ خاتون

آمنہ خاتون جناب سرور کائنات نبی آخر الزمان کی والدہ ماجدہ کا نام ہے ان کے والد بزرگوار وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب تھے حضرت آمنہ جمال ظاہری اور کمال باطنی میں زنان عرب سر تاج تھیں۔ چنانچہ اسی لئے عوام اور خواص میں ان کا لقب سیدۃ النساء پڑ گیا تھا۔ یہ ہی آپ کو وہ دولت نصیب ہوئی جس کا رشک اور رتبہ شاہی ملکہ اور نیز اور بہشت سے رئیس زادیوں کو ہوا تھا یعنی پیغمبر اسلام آپ کے بطن مبارک سے عالم وجود میں آئے۔ آمنہ خاتون اس مبارک مولود کے پیدا ہونے کے چند ہی سال بعد ۵۷۶ء میں رحلت کر گئیں اور مقام ابوا میں دفن ہوئیں۔ (مشاہیر نسوان و دائرہ المعارف)

خیال عرضکہ دیدہ صحن نگارستان بدر — آب پاشش بخزمہ لہ سیدہ بنخل ارغوان
امید وصالت کہ ہے فاشلہ پانے سعیہ — خیال نیز عمر کہ ابنا خاطر نشان بدر

اس باکمال خاتون نے ۱۰۲۰ھ ہجری میں شکی شہر میں انتقال کیا (مشاہیر نسواں و تذکرۂ خواتین)

آئی ملک

آئی ملک ابراہیم بن خلیل بن محمود کی بیٹی تھی۔ اور شیخ جمال الدین بن المشیرجی کی بہن۔ عالمہ ہوئی ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی سے جب اس کی ملاقات ہوئی۔ تو اس کی عالمانہ گفتگو نے اس کی اعلیٰ قابلیت کا ثبوت دیا۔ اور علامہ ابن حجر اس کی معلومات کو دیکھ کر دنگ ہو گئے۔ ربیع الآخر سنہ ۸۱۱ ہجری میں رحلت کی۔ (تذکرہ خواتین)

اتابک عیش

اتابک عیش سعد بن اتابک ابوبکر کی بیٹی۔ اور منگو تیمور خلف ہلاکو خان کی بیوی سنہ ۶۶۳ ہجری میں بایائے اپنے خسر کے تخت شیراز کی مالک ہوئی کیونکہ اس وقت اتابکیہ خاندان میں کوئی مرد اس قابل نہ رہا تھا۔ کہ سلطنت کا کاروبار اس کے سپرد کیا جائے۔ اور اتابک عیش کی قابلیت اور حسن تدبیر کے بڑے بڑے لوگ قائل تھے اس لئے اسی کو حکمران بنایا گیا۔ یہ مدبرہ آخر عمر تک حکمران رہی سنہ ۶۸۵ ہجری میں انتقال کیا۔ شیرازی اسی خاندان اتابکیہ کے مداح ہیں۔ (خلاصۃ الاخبار)

اخت الحاجز

قبیلہ ازد کا ایک شہسوار حاجز تابط شرا و عمرو بن البراق و سلیک بن سلکہ وغیرہ کی طرح عرب کے ان مشہور نامدار شہسواروں میں تھا۔ جو قبیلوں پر لوٹ مار کر کے اپنے اخراجات پورے کرتے تھے۔ لکھا ہے کہ چھٹی صدی عیسوی کے آخر میں حاجز

ایک وقعہ کسی دشمنوں کی فکر میں روانہ ہوا - لیکن ایسا گیا - کہ پھر کسی کو اس کی خبر نہ ہوئی - اور لوگوں نے یہ مشہور کیا - کہ وہ کہیں پیاسا مر گیا ہے - حاجزہ کی بہن نے اس کے غم الم میں یہ شعر نظم کئے ۔

اخی حاجز املبس حبیّا ۔ فسالک بین خندف والبہیم
ونشرب ہی شر بلہ من ماء نزیح ۔ فیصدر مشبئ السبع الکاظم

(مشاہیر نسوان وریاض)

اختر محل

نواب اختر محل صاحبہ خاندان تیموریہ کی شاہزادی تھیں۔ شہر دہلی میں ۱۲۸۰ سنہ ہجری کے قریب زمانہ میں ان کی شاعری کا چرچا تھا - اخبارات میں بھی بعض اشعار نقل ہوئے ہیں - چند اشعار یہاں لکھے جاتے ہیں ۔

استان پو تیری پیشانی کو گھستے گھستے
ہو گئی نمائب ہو اجب ہیں کہ تیر اسود تھا

لکھ کر جو میرا نامہ زمیں پر مٹا دیا ۔ ان کا تھا کھیل خاک میں ہمکو ملا دیا
تقصیر یار کی نہ قصور عدو سے کچھ ۔ اختر ہمارے دل ہی نے ہمکو جلا دیا

تیغ نگاہ یار کا دونوں پہ وار ہے ۔ ٹکڑے ادھر جگر ہے اودھر دل دو ٹکڑا ہے

(مشاہیر نسوان)

اخت زہر

قاضی ابو مروان الباجی کا بیان ہے - کہ ابو بکر بن ابی مروان المتوفی سنہ ۵۹۶ ہجری

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

کی بہن مثل اپنے بھائی کے فن طبابت میں کامل دستگاہ رکھتی تھی مستورات کے علاج میں اس کے خاص ملکہ حاصل تھا۔ چنانچہ اندلس کے بادشاہ امیر المنصور کے محلات میں اس کا دور دورہ تھا۔ ابو عمرین اتی مردان کا مطلب خوب گرم رہتا تھا اور زنانے علاج میں اس کی بہن تمام محلات پر قبضہ کئے ہوئے تھی۔ اور اکثر دونوں ساتھ ساتھ ایک جگہ رہتے تھے۔ اور ایک دوسرے سے مدد پاتے تھے (مشاہیر)

اُخت المزنی

ابو ابراہیم المزنی امام شافعی کے مشہور رفقا میں ہیں۔ ان کی بہن اخت المزنی علم فقہ میں بہت بڑی دستگاہ رکھتی تھی۔ اور بڑے بڑے باریک نکات پیدا کرتی تھی۔ بات میں سے بات نکالنا اس کے خداداد ذہن کا کام تھا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ اس نے امام شافعی کے مسائل زکوٰۃ قاعدوں میں تغیر و تبدل کیا ہے۔ اور باب شتر کا اس میں اضافہ بھی کیا ہے۔ یہ تھیں عورتیں جو امام شافعی جیسے امام سے متحرکہ آرا ہوتی تھیں۔ (مشاہیر نسواں)

ادا

اسیر بیگم نامہ کلکتہ میں ایک عورت تھی۔ جو ادا تخلص کرتی تھی۔ تیرھویں صدی ہجری کے آخر میں موجود تھی۔ مرزا عباس کی شاگردی کرتی تھی۔ اس کے نمونہ شعر یہ ہیں۔

ناگفتہ رہتا ہے دلوں کو ہمیشہ ہی شور و غم۔ دیکھیے بچتا ہے کیونکر اب کلیجہ دل کے پاس
ہو گئی آسان یہ مشکل دیکھیے وہ آئی جیب۔ دوست دشمن کوئی بھی تھا نہیں زندہ کا پاس
مدتوں فصد حیرانی کے اٹھائے ہے ادا جان دیتا ہے تو دیدو جا کے اس قاتل کے پاس

(نتیجہ سخن)

اسماء عربیہ

اسماء قبیلہ انصار کی ایک نہایت جلیل القدر صحابیہ تھیں مدینہ کی رہنے والی تھیں۔ جنگ یرموک میں اسماء انصاریہ نے جو جانبازی و بہادری دکھائی وہ خاص تحسین کی مستحق ہے۔ ان کے پاس کوئی ہتھیار نہ تھا۔ صرف ایک لکڑی تھی اسی لکڑی سے لڑتی رہیں۔ اور نو کافروں کو قتل کیا۔ اسماء سے بہت سی حدیثیں بھی نقل کی گئی ہیں۔ (مغنی)

اسماء عذریہ

قبیلۂ بنی عذریہ کے ایک سردار عبداللہ عرب کی بیٹی تھی اس کا قول ۹۹ لا عطر بعد عروس وہ یعنی عروس کے بعد خوشبو نہیں۔ یہ قول عرب میں ضرب المثل ہو گیا ہے اصلیت اس کی یوں ہے۔ کہ اسماء کی پہلی شادی اس کے چچازاد بھائی عروس سے ہوئی تھی۔ جب وہ مر گیا۔ تو ایک بداخلاق گندہ دہن بخیل سے نکاح ہوا جب اس کا شوہر اپنے قبیلہ کو جانے لگا۔ تو اسماء نے اجازت چاہی کہ ذرا اپنے چچیرے بھائی (عروس) کی قبر پر ہو آؤں۔ شوہر بھی اس کے ساتھ گیا جب وہاں پہنچی تو اس نے یہ مرثیہ کہا ؎

ابکیک یا عروس الاعروس یا ثعلبا فی اہلہ واسدا عند

اے پرہیزگار عروس میں تجھے روتی ہوں تو گھر والوں میں لومڑی کی طرح نرم دل اور شیر تھا

الباس مع اشیا لا یعلمہا الناس

لڑائی میں اور اوصاف اوصاف رکھتا تھا جسے لوگ نہیں جانتے

شوہر نے کہا وہ کون سے اچھے صفات ہیں۔ کہ عروس میں تھے۔ اور کوئی اور نہیں جانتا تھی نہیں۔ اسماء نے فی البدیہ جواب دیا ؎

کان عن الهمنه غیر نعاس — ولعمل السیف صیحات یا س

اس کی ہمت میں تغافل نہ تھا — شمشیر زنی کرتا تھا لڑائیوں میں

اس کے بعد پھر بدیہہ یہ شعر کہے

یا عروس الاعر والازهر — الطیب الحیم الکریم المحضر

اے روشن طلعت دولہا — پاک سیرت نیک صورت

مع اشیاله لاتذکر

مع ان اوصاف کے جنکا اب ذکر بھی نہیں کیا جاتا

شوہر نے پھر پوچھا - کہ وہ کون سے اوصاف ہیں جن کا اب ذکر بھی نہیں ہوتا - اس نے بیساختہ جواب دیا -

کان عیونًا للخنا والمنکر — طیب النکهته غیر ابجر

کراہیت کرتا تھا بدکاری سے — بوئے خوش رکھتا تھا گندہ دہن نہ تھا

الیسر غیر عسر

نرم دل تھا درشت مزاج نہ تھا

اس پر تو شوہر بالکل سمجھ گیا، کہ اس کی گندہ دہنی اور درشت مزاجی کی طرف اشارہ ہے آزاحتہ [illegible] گندہ ہو کر چپ ہو رہا جب چلنے کا وقت آیا - تو شوہر نے باصرار کہا - کہ اپنا ہار لے چل اسماء نے جو اس سے اکتائی ہوئی تھی قطعًا انکار کر دیا - اور کہا کہ "لا عطر بعد عروس" (مجمع الامثال)

اسماء انصاریہ

اسماء یزدین المسکن اشہلی صحابی انصاری کی لڑکی کا نام ہے - یہ صحابیہ فصاحت بیان اور طلاقت لسان میں شہرہ آفاق تھیں خود آنحضرت نے آپ کی فصاحت بیانی کی داد دی ہے - ایک مرتبہ اسماء تمام زنان صحابیہ کی طرف سے قائم مقام ہو کر آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا - روحی فداک

یارسول اللہ ہم عورتیں اپنے شوہروں کے گھروں میں رہتی ہیں۔ عورتیں سے پردہ کرتی ہیں اپنے شوہروں کے ناموس کا خیال رکھتی ہیں مردوں کی خانگی اور ذاتی ضرورتوں کو رفع کرتی ہیں۔ مرد بار بار حج کو جاتے ہیں۔ جہاد کو جاتے ہیں۔ ان کی عورتیں ان کے گھروں کی حفاظت کرتیں۔ اور اہل وعیال کی نگران رہتی ہیں ان کے مال کی حفاظت کرتی ہیں۔ پس کیا انکو بھی مردوں کے اعمال نیک کچھ حصہ ملنے کی امید ہوسکتی ہے۔ آنحضرت نے اسماء کی اس مؤثر تقریر کی داد دی۔ اور فرمایا اے صحابیہ جا اور سب عورتوں سے کہدے۔ کہ اگر وہ اپنے شوہر خوش رکھینگے تو ان کا یہ ایک عمل ان سے سب اعمال نیک کے برابر ثواب کا مستحق ہوگا۔ (مشاہیر نسوان جلد اسج)

اسماء عبرت

یہ اسماء اسلنبول کی رہنے والی تھی۔ احمد آغا اس کے باپ کا نام ہے۔ اور محمود خطاط کی بیوی تھی۔ اس کے جواہر رقم شوہر نے خوشنویسی کی تعلیم دیکر اس کو بھی اس کو بھی یاقوت رقم بنا دیا تھا۔ اسلنبول میں اس کے ہاتھ کی لکھی ہوئی وصلیاں اکثر امراء ترک کے محلات میں شیشوں کے اندر جڑ کر زیب دیوار کی جاتی تھیں! ور اس سے اس کو معقول رقم حاصل ہوتی تھی۔ لکھا ہے کہ اسماء اور اس کے شوہر کے خط میں کوئی فرق نہ معلوم ہوتا تھا۔ بڑے بڑے باریک نظر بھی اسماء کے خط کو محمود ہی کا لکھا ہوا سمجھا کرتے تھے۔ جب تک کہ محمود ان پر ظاہر نہ کرتا۔ کہ یہ اس کی بیوی کا لکھا ہے۔ سنہ ۱۲۰۰ ہجری میں یہ عورت موجود تھی اس کی خوشخطی کے نمونے ابتک قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ (الخواتین)

اسماء دمشقیہ

اسماء دمشق کی ایک سردار کی بیٹی تھی۔ اس کا باپ محمد بن جعفری اور اس کا

بیٹا محمد بن اسماء اپنے وقت کے مشہور لوگوں میں گزرے ہیں۔ یہ فاضلہ سنہ ۶۱۳ ہجری میں پیدا ہوئی اور سنہ ۶۹۳ ہجری میں رحلت کر گئی۔ اس نے چند کتابیں علم حدیث کی مکی بن علان محدث سے بھی پڑھی تھیں۔ ایک عرصہ تک درس و تدریس میں مشغول رہی۔ کئی حج کیے اور بہت مال خیرات کیا۔ ابن الوردی نے اس علامہ کی شان میں یہ شعر کہے ہیں ؎

کذالک فلتکن اخت ابن عصری	تفوق على النساء حسبى ونسبا
اے ابن عصر کی بہن	تو ایسی ہی رہ جیسے عورتوں پر سبقت لے گئی ہے
طراز القوم انثى مثل هذا	وما التانيث لاسم الشمس عيبا
ایسی ہی عورت قوم کا زیور ہوتا ہے	اور آفتاب (شمس) میں تانیث کوئی عیب نہیں

اسماء عامریہ

مشاہیر نسواں سے ہے کہ اسماء قبیلہ بنی عامر کی فاضلہ اندلس کے شہر اشبیلیہ میں رہتی تھی۔ اس کی جوہر نگاہ تحریر اور شعر گوئی کا عام چرچا تھا۔ اس نے ایک قصیدہ مراکش و اندلس کے بادشاہ اور موحدین کے سردار عبدالمومن بن علی کی شان میں لکھ کر بھیجا تھا اور اپنے شکستہ حال سے اس کو آگاہ کیا تھا۔ اس قصیدے کے پہلے دو شعر یہ ہیں جن سے اس کی طبیعت کی روانی کا اندازہ ہوتا ہے ؎

عرفنا النصر والفتح المبينا	لسيدنا امير المومنينا
اذا كان الحديث عن المعالي	رأيت حديثكم فيها شجونا

اسی قصیدے میں یہ شعر بھی ہے۔

روينا علمه فعلمونا	وصححنا عليه فقل امضونا

(نفح الطیب)

اسماء بنت عمیس

جعفر بن ابی طالب کی بی بی ہیں۔ جعفر طیار ان نامور بزرگوں میں ہیں
جو مذہب اسلام کے بہت بڑے فدائی ہیں جب ان کو دشمنان اسلام نے
زیادہ دق کیا تو یہ حبش میں جا کر پناہ گزین ہوئی وہاں بھی مخالفان اسلام
نے پیچھا کیا۔ اور بادشاہ کے سامنے دونوں فریق کے جانے کی نوبت پہنچی
بادشاہ حبش نے اسلام کے احکام اور قرآن آیتوں کو سن کر مسلمانوں کو ایک خدا پرست
فرقہ سمجھا۔ اور ان کی حمایت کی۔ اور مخالفان اسلام کا ان پر کچھ بس نہ چلا حبش میں
اسماء کے بطن سے تین فرزند پیدا ہوئے محمد عون عبداللہ ان کے نام ہیں جعفر
جب وہ مکہ کو واپس تشریف لائیں۔ تو پیغمبر اسلام کے ساتھ مدینہ کو ہجرت کی۔ جعفر
طیار کے بعد ابو بکر صدیق سے ان کا عقد ہوا۔ اور محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے جن کے
ہاتھ سے حضرت عثمان کا قتل ہوا۔ ان کے بعد اسماء حضرت علی مرتضیٰ کے نکاح
میں آئیں۔ اور ان سے یحییٰ بن علی پیدا ہوئے۔ صاحب کمال لکھتے ہیں۔ کہ
اسماء بڑے پایہ کی صحابیہ تھیں۔ بڑے بڑے صحابیوں نے ان سے حدیثیں
روایت کی ہیں۔

اسماء پیغمبر اسلام کی سالی

اسماء حضرت ابو بکر کی بیٹی۔ اور حضرت عائشہ کی بڑی بہن تھیں۔ ان کے
خاوند حضرت زبیر عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں اسماء بڑی دلیر اور مردانہ اوصاف
کی بی بی تھیں چنانچہ جنگ یرموک میں اسماء نے اپنے خاوند کی رفاقت میں دوش
بدوش کفار سے مقابلہ کیا۔ اور ان کا گھوڑا گوش بگوش ان کے خاوند کے گھوڑے کے

سے ملا رہا۔ اور اسماء نے کافروں کو تلوار سے مارنے میں اپنے خاوند کے برابر حصہ لیا
سنہ ۳۶ ہجری میں جب کہ زبیر جنگ جمل سے واپس آرہے تھے۔ تو عمرو بن جرموز المجاشعی نے وادی السباع میں زبیر کو شہید کیا۔ اسماء نے ان کا مرثیہ کہا۔
اس کے چند اشعار یہ ہیں۔

غدر ابن جرموز بفارس بهمة	یوم الهیاج وکان غیر معرد
ابن جرموز نے مصیبت میں کام آنیوالے سوار کیساتھ	پریشانی کے دن دغا بازی کی
یا عمرو لو نبهته لوجدته	لا طائشا رعش الجنان ولا الید
اے عمر اگر تو اسے متنبہ کر دیتا	ہرگز ہرگز بزدل اور دیوانہ پاتا
ثکلتک امک ان قتلت لمسلما	حلت علیک عقوبة المتعمد
خدا تجھے سمجھے تو نے کس کو قتل کیا	تجھ پر عذاب آلہی نازل ہو

لکھا ہے۔ کہ جب حجاج نے عبد اللہ ابن زبیر کو مکہ معظمہ میں محصور رکھا۔ تو ان کے سب ہمراہیوں نے ان کی رفاقت چھوڑ دی۔ حتیٰ کہ عبد اللہ کے بیٹے حبیب اور حمزہ بھی ان کو چھوڑ کر چلے گئے لیکن اس مشکل اور مصیبت کے وقت میں ان کا ایک لڑکا زبیر اور ان کی بہادر ماں اسماء ان کے پاس رہیں۔ عبد اللہ نے اپنی ماں اسماء سے کہا۔ کہ اے مادر مہربان اگر آپ کا ارشاد ہو۔ تو میں حجاج کی اطاعت قبول کر لوں۔ اسماء نے کہا اے فرزند اگر تم کو اپنے حق پر ہونے کا یقین ہے تو اس پر قائم رہنا چاہئے۔ اگر تم جھوٹی بناوٹ سے ملتی ہو۔ تو تم سے بدتر کون ہوگا۔ اور اگر تم کو اپنی تنہائی کا خیال ہے۔ تو یہ بہادروں کا شیوہ نہیں۔ کہ وہ جان کو سچائی اور عزت سے زیادہ خیال کریں۔ تم کب تک زندہ رہوگے۔ آخر ایک دن مرنا ہے۔ پھر اپنے حق پر بہادروں کی موت کیوں نہ مرو
یہ سنکر عبد اللہ نے زرہ پہنی۔ اور ہتھیار لگائے۔ ماں نے گلے لگایا۔ اور کہا۔ کہ بیٹا اس وقت زرہ پر بھروسہ کرنا بہادری کے خلاف ہے۔ بہادر بیٹے نے زرہ اتار ڈالی۔ اور گھوڑے پر سوار ہوکر حجاج کے مقابلہ میں آگئے اور جھوم جھوم کر رجز پڑھنا شروع کیا۔ اور نہایت بہادری سے لڑ کر شہید ہوگئے اور بہادر ماں نے بہادر بیٹے کے بہادرانہ مرنے پر خدا کا شکر ادا کیا۔ آخر کو حجاج نے

اسماء کو بلایا۔ اور کہا۔ کہ آپ میری نسبت کیا خیال رکھتی ہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ تو نے میرے بیٹے کی دنیا خراب کی، اور اپنی آخرت برباد کی۔ اسماء کو تمام عمر اس واقعہ جانکاہ کا غم رہا۔ ۷۳ ہجری میں سو برس کی عمر پاکر اسماء نے انتقال کیا۔

(واقدی)

اسیر دہلویہ

امیر بیگم شاہ ریختہ گوئی میں فخر الدین احمد دہلوی کی شاگرد ہیں۔ اسیر تخلص تھا۔ کمند شاعری کی اسیر۔ بیگمات چغتائیہ میں امیر تھیں۔ طبیعت کو شاعری کا خاص مذاق تھا۔ اکثر مشہور غزلوں پر غزلیں کہیں۔ ایک روز کسی نے یہ مصرعہ پڑھا۔ "بیقراری قرار ہے اپنا" امیر بیگم نے اس پر غزل لکھی اس کے دو شعر یہ ہیں۔

عشق دارومدار ہے اپنا | بیقراری قرار ہے اپنا
خاک میں مل گئی ہو جس پہ اسیر | اس کے دل میں غبار ہے اپنا

اشک

قلعہ دہلی کی شاہزادیوں میں سے ایک شاہزادی کا تخلص ہے۔ ایک بیگم رشک تخلص الکو تی تھیں۔ ان کے جوڑ پر انھوں نے اشک تخلص اختیار کیا اور قلعہ میں رشک اور اشک کے نام ایک ساتھ لئے جانے لگے ۱۲۹۲ ہجری تک یہ بی بی زندہ تھیں۔ اردو میں ان کی ایک غزل بہت مشہور ہو گئی ہے اس غزل کے دو شعر یہ ہیں۔

نہ بوسہ دینا آتا ہے نہ دل بہلانا آتا ہے | تجھے او کافر ترسا فقط ترسانا آتا ہے
نکلتی عشق کا بیتک استخوان ہیچ میں مانو نگا | کہ شانہ تیرے رخ تک انتہا یہ بالکانہ آتا ہے

اعتماد رمیقیہ

اسپین میں رامقہ ایک شہر کا نام تھا۔ وہاں یہ رہتی تھی معتمد بادشاہ جس
نے ۱۰۶۹ء میں تخت اشبیلیہ پر بیٹھ کر بڑے شان و شوکت سے حکمرانی کی اس کا
خاوند تھا جسٹس امیر علی لکھتے ہیں۔ کہ اعتماد نہایت قابل اعتماد اور لائق فائق
بادشاہ بیگم تھی۔ سلطنت کے اکثر مشوروں میں اپنے خاوند کو قابلانہ مدد دیتی تھی
اور اس کے مشورے نہایت عاقلانہ اور با اثر ہوتے تھے۔ عربی فن ادب میں
خاص کمال رکھتی تھی۔ اور عربی اشعار فی البدیہہ موزون کرتی تھی۔

علی نور الینور

صاحب تذکرہ جمیل نے عربی تذکرہ میں علی نور کا ذکر مسلمان عورتوں میں کیا
ہے۔ شائد ان کو دھوکا ہوا ہے۔ کہ انہوں نے "الینور" کو عربی قسم کے
لفظوں کے تلفظ سے علی نور سمجھا۔ راقم کو اس کی تحقیق و تنقید میں بڑی دقت
پیش آئی۔ آخر کو یہ معما کتاب مشاہیر نسواں سے یوں حل ہوا۔ کہ الینور نام کی
دو عورتیں لکھی ہیں۔ ایک الینور جس کی ۱۱۵۲ء میں ہنری سوم شاہ انگلستان
سے شادی ہوئی۔ اور وہ نظم گوئی میں بھی شہرہ آفاق تھی۔ دوسری الینور پہلے
لوئیس شاہنشاہ فرانس کی بی بی ہے۔ اس کی نسبت بعض الفاظ ایسے لکھے گئے
ہیں جو اسلامی الفاظ سے ملتے ہوئے ہیں چنانچہ لکھا ہے۔ کہ اپنے خاوند کے ساتھ
یہ جہاد پر گئی تھی۔ الینور کو شاہ فرانس نے طلاق دی۔ اس کی دوسری شادی
ہنری ولیعہد انگلستان سے ہوئی۔ رچرڈ شیر دل اسی ملکہ کا بیٹا تھا۔ اور
رچرڈ شیر دل [illegible]

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

اسٹریا میں قید ہوگیا تھا۔ آخر کو بی [illegible] کی شاہزادی [illegible] پر رہا ہوا۔ البنورسے نے ۱۲۳۰ھ میں انتقال کیا۔ مولف مشاہیر نسوان نے ان دونوں عیسائی عورتوں کا ذکر اپنے تذکرہ میں کیا ہے۔ مگر کسی مسلمان علی نور کا ذکر نہیں کیا۔

امّ ابان

عرب کے مشہور شاعرات میں تھی۔ عرب کا مشہور شاعر مزاحم بن عمر اس کا بیٹا تھا اس کی شاعری وسی کی فصاحت اور بلاغت کا نتیجہ تھی جو اس نے مادری فصاحت و بلاغت سے شاعری کا حصہ پایا۔ اسی زمانہ میں ابن دبینہ نام ایک شاعر اور تھا۔ اس سے مزاحم کی ان بن رہتی تھی۔ ایک روز ابن دبینہ نے ایک پتھر اس کے پہلو میں مارا۔ مزاحم کا پہلو پھٹ گیا۔ اور وہ مردہ گرا جب ام ابان کو اس کی خبر ہوئی۔ تو اس نے اس خوشی میں چند اشعار لکھ کر اپنی قوم کو بدلا لینے پر بھڑکایا۔ اودہر ابن دبینہ کا قبیلہ مقابلہ کو تیار ہوا۔ اور بڑے کشت خون کی نوبت آئی۔ اور مزاحم کا قبیلہ اس کو شکست دیکر بیٹھا ام ابان کی اس نظم کے چند اشعار یہ ہیں۔

یا اھلی و مالی بل بجل عشیرتی ۔ قتل بنی تیم لغیر سلاح
آل و مال بلکہ سارے خاندان کی قسم ۔ بنی تیم نے بلا ہتھیار اس کی جان لی ہے
فہلا قتلتم با سلاح ابن خاتم ۔ فتظہر فیہ للشہود جراح
کاش تم اپنے بھانجے کو ہتھیار سے مارے ۔ کہ اس کے زخم اس کے قتل کی گواہی دیتے
فلا تطمعوا فی الصلح مادمت حیۃ ۔ و ما دام حیا مصعب و جناح
پس جب تک میں زندہ ہوں اور مصیبت۔ اور جناح زندہ ہیں مصالحت کا لالچ نہ کرنا

امّ ارسلان

سلطان رکن الدین ارسلان بن طغرل کی ماں نہایت دوراندیش ملکہ

تھی موزخین کا اتفاق ہے کہ یہود دنیا کی سرگرم کوششوں میں اس
نیک عورت نے بے مثل کام کئے ہیں - اور اپنی عصمت اور جب میں
ضرب المثل تھی سنہ ۶۸ھ ہجری میں انتقال ہوا -

امّ ابان

عتبہ بن ربیعہ کی بیٹی کا نام ہے - فنون جنگ میں کامل اور تیراندازی میں
لاثانی تھی - سنہ ۱۶ ہجری میں جنگ الطاکیہ میں شریک تھی سنہ ۱۹ ہجری میں ام ابان
کی شادی ابان بن سعید سے ہوئی - مگر شادی کے چند روز بعد اس کا شوہر ایک
رومی جنرل کے ہاتھ سے مارا گیا جس کا نام توما لکھا ہے - ام ابان نے توما سے
اس کا بدلہ لینا چاہا - اور وہ فوج اسلام کے ساتھ توما کی تلاش میں نکلی - رومی جنرل
کا مارنا آسان نہ تھا - کیونکہ وہ چاروں طرف بیشمار فوج سے گھرا ہوا تھا - اور نہایت
معتبر بہادر اس کے آس پاس ہوتے تھے - سوائے اس کے وہ سر سے پاؤں تک
زرہ خود بکتر میں غرق ہوتا تھا - مگر یہ بہادر عورت اپنے ارادہ پر قائم رہی اور
جب دونوں لشکروں میں گھمسان کی لڑائی ہونے لگی - تو رومی جنرل توما بھی نظر پڑا
اور فی الفور ام ابان نے اپنی کمان درست کر کے ایسا تیر مارا کہ اس کی آنکھ میں
لگا - اور چشم اسفندیار میں تیر رستم کا کام کر گیا - اس صدمہ سے توما بیتاب ہو گیا
اور جانبر نہ ہو سکا - توما نے بھی ام ابان کے خاوند کو تیر سے مارا تھا جس
کا بدلہ ام ابان نے تیر ہی سے لیا -

اروی

حارث بن عبد المطلب کی بیٹی کا نام ہے - بہت بڑی جیوٹ کی بی بی
تھیں - ان کو فصاحت میں مشہور تھا - وہ باتیں کہنے میں بہت کھری تھیں - اور

اپنے کو سب سے اچھا جانتی تھیں ۔ ایک روز امیر معاویہ کے ایوان خلافت میں تشریف
لے گئیں ۔ باتوں باتوں میں حق خلافت کا ذکر آگیا ۔ پھر تو اروے کی زبان شمشیر
برہنہ ہوگئی ۔ اور کہنے لگیں ۔ اے معاویہ تو نے جنت کے بدلے دوزخ قبول کی
یہ عجیب بات ہے ۔ کہ تم ہم پر حکمران بن بیٹھے ہو ۔ حالانکہ تمہارا کوئی حق نہیں جو
ہم سے زیادہ ہو ۔ اور علی ابن ابی طالب کا حق تم نے ناحق چھین لیا ہے ۔
ہمیں یقین ہے ۔ کہ ہماری انتہا بہشت ہے اور تمہاری انتہا دوزخ ہے عمرو بن
عاص بھی جو اس وقت دربار میں حاضر تھا ۔ خلیفہ کی خاطرداری سے برافروختہ ہو کر کہا
کہ اے گمراہ بڑھیا خاموش رہ اور خجل سے بات کر ۔ اروے نے یہ سنکر جواب دیا ۔ کہ
اے ابن النابغہ تو بھی میرے بیچ میں بولنے کے لائق ہوا حالانکہ تیری ماں شہر مکہ
کی مشہور بیسوا تھی ۔ اور پانچ قریشیوں نے تیرے باپ ہونے کا دعوے کیا ہے
مگر تیری صورت عاص بن وائل سے ملتی تھی ۔ اس لئے تو اس کا بیٹا قرار دیا گیا ۔
یہ سنکر عمرو کا سر جھک گیا ۔ اور ایک دوسرے درباری مروان نے کہا ۔ کہ اے بڑھیا
قصہ کوتاہ کر اور اپنا مطلب کہہ ۔ اروے نے کہا ۔ کیا خوف خدا کی شان تو بھی اس
کہنے کے لائق ہوا ۔ یہ کہہ کر اروے معاویہ کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگی ۔ کہ اے معاویہ
یہ باتیں تیرے سبب سے سننا پڑیں ۔ تب معاویہ نے کہا کہ اے خالہ خدائے
تعالیٰ پچھلے گناہوں کو معاف کرے ۔ تم اپنی حاجت بیان کرو ۔ اروے نے کہا کہ
میں تیری خلافت کو دیکھنا چاہتی تھی ۔ مجھے تجھ سے کوئی حاجت نہیں ۔ خدا میری
حاجت پوری کرنے کو کافی ہے ۔ یہ کہہ کر دربار خلافت سے اٹھ کر چلتی ہوئی ۔

اروے

عبد المطلب بن ہاشم کی بیٹی پیغمبر اسلام کی پھوپھی تھیں ۔ [illegible]
و بلاغت [illegible] تھیں اور [illegible] عورت [illegible] قریش ان کی باتیں سننے کو [illegible]
[illegible] میں باتیں [illegible] اللہ کی ذات [illegible]

مرنے کو ہو گئے۔ تو انھوں نے اپنی فاضلہ اور شاعرہ بیٹیوں ام حکیم صفیہ۔ برہ امیمہ عاتکہ اور اروی کو اپنے پاس بٹھا کر کہا۔ کہ میں جب مروں گا۔ تو تم میرا مرثیہ ضرور کہنا۔ میری خواہش ہے۔ کہ میں جیتے جی اپنا مرثیہ سن لوں۔ چنانچہ ہر ایک لڑکی نے باپ کے ارشاد کے موافق مرثیہ کہا۔ ان میں اروی کے مرثیے کے چند اشعار یہ ہیں۔

بکت عینی وحق لھا بکاء	علی سمح سجیتہ الحیاء
علی سھل الخلیقۃ ابطحی	کریم الخیم نیتہ العلاء
علی الفیاض شیبۃ ذی المعالی	ابوہ الخیر لیس لہ کفاء
طویل الباع املس شیظمی	اغر کان غرتہ ضیاء
اقب الکشح اروع ذی فضول	لہ المجد المقدم والسناء
ابی الضیم ابلج ھبرزی	قدیم المجد لیس لہ خطاء
ومعقل مالک وربیع فھر	وفاصلھا اذا التمس القضاء
وکان ھو الفتی کرما وجودا	وباسا حین تنسکب الدماء
اذا ھاب الکماۃ الموت حتی	کان قلوب اکثرھم ھواء
مضی قدما بذی ربد خشیب	علیہ حین تبصرہ البھاء

اُم الخیر

ام الخیر بنت حریش بہت لقلقہ کی بی بی تھیں۔ کوفے میں گھر تھا۔ معاویہ کے خلاف وعظ کرتی تھیں۔ حضرت علی کی طرفدار تھیں۔ جب معاویہ کا تسلط ہو گیا۔ تو امیر معاویہ نے حاکم کوفہ کو لکھا۔ کہ ام الخیر کو احترام کے ساتھ یہاں بھیجدے۔ چنانچہ ام الخیر دمشق کو روانہ ہوئیں۔ جب وہ دارالخلافت میں پہنچیں۔ اور امیر معاویہ کو اطلاع ہوئی کہ ام الخیر آئی ہیں۔ تو امیر معاویہ نے ان کو اپنے محل میں اتارا۔ تیسرے روز جب کہ دربار خلافت میں حاضرین سے بھرا ہوا تھا۔ امیر معاویہ نے ام الخیر کو بلوایا۔ ام الخیر سیاہ صوف کا گھونگھٹ برقع پہنکر اور زنیوں کی حیرت ساتھ لیکر ایک محترم بی بی

کی حال سے دربار خلافت میں داخل ہوئیں - ان کی اور امیر معاویہ کی باتوں میں سے چند باتوں کا اقتباس یہ ہے -

ام الخیر - السلام علیک یا امیر المومنین -

امیر معاویہ - وعلیک السلام یا ام الخیر - میں کس طرح اس نام (امیر المومنین) کا مستحق ہو گیا -

ام الخیر - لکل اجل کتاب - یعنی ہر بات کا ایک وقت معین ہے -

امیر معاویہ - سچ ہے - اے ام الخیر تم کو وہ تقریر یاد ہے جو تم نے عمار بن یاسر کے قتل کے وقت کی تھی -

ام الخیر - میں نے وہ تقریر ایک سچے جوش میں کی تھی - اور مجھ کو کوئی ضرورت نہ تھی کہ اس کو یاد رکھتی - اس پر امیر معاویہ نے حاضر کی طرف دیکھا یعنی تم میں سے کسی کو ام الخیر کی وہ تقریر یاد ہے - تو ایک شخص نے کہا - کہ یا امیر مجھ کو وہ تقریر یاد ہے اور اس نے اس کو دہرانا شروع کیا جب وہ نقد ختم کر چکا - تو امیر معاویہ نے ام الخیر سے کہا کہ تم نے تو اس تقریر سے میری موت کا سامان کر دیا تھا - اب میں تم کو مار ڈالوں تو مجھ پر حرج نہ ہو گا -

ام الخیر - بخدا مجھ کو ہرگز افسوس نہ ہو گا - اگر مجھے ایسا شخص کرے کہ اس کی شقاوت میری سعادت کا باعث ہے اور بات کرنے میں اپنی آواز کو اور بلند کر لیا -

امیر معاویہ - افسوس ہے - تیری زبان درازی پر - اچھا حضرت عثمان اور حضرت زبیر کی نسبت تیرے کیا خیالات ہیں -

ام الخیر - اے خلیفہ تو عقلمند ہے - تجھ کو خدا کی دہائی کہتی ہوں کہ ان سوالات کے جوابوں سے مجھے معاف رکھ - چنانچہ امیر معاویہ نے بھی سکوت کیا اور اس مخترمہ کو ایک بیش قرار انعام دے کر رخصت کیا -

ام احمد

مشاہیر نسوان میں بحوالہ تحریر سی ڈبلیو السن کے لکھا ہے - کہ سلطان احمد

ثالث اور سلطان مصطفٰے ثانی جو یکے بعد دیگرے ٹرکی کے سلطان ہوئے ام الخیر ان کی مادر گرامی کا نام ہے۔ ان کے حسنات میں سے دو جامع مسجدیں اب تک یادگار ہیں۔ پہلی مسجد کے کام کو اس نیک بی بی نے ۱۶۷۹ء میں اور دوسرے کے کام کو ۱۷۰۷ء میں ختم کیا۔ پہلی مسجد استنبول میں "بنی سلطان والدہ جامع" کے نام سے اور دوسری مسجد "بنی والدہ جامع" کے نام سے موسوم ہیں۔ اور دوسری مسجد کے پہلو میں ام احمد کی قبر ہے۔

اُمامہ

خلیفہ واثق باللہ عباسی کے عہد میں عرب کی ایک نہایت نامور اور بااثر زبان شاعرہ تھی۔ اس نے اسود بن قنان کی شان میں جو عرب کا ایک مشہور رئیس تھا ایک مدحیہ نظم لکھی تھی۔ اس کے تین شعر یہ ہیں۔

اذا شبیت ان تلقی فتی و ذرتہ ۔۔۔ بکل معدی وکل یمان

وفی بہا افضلا وجودا وسوددا ۔۔۔ وزنا فذ الک الاسود بن قنان

فتی لا یری فی ساحۃ الارض مثلہ

لیوم خراب اولیوم طعان

(مشاہیر و تذکرہ خواتین)

اُمامہ

چھٹی صدی عیسوی کے آخر میں عرب کی ایک مشہور شاعرہ گذری ہے اس کا باپ وحر بان بن حارث المعروف ذوالاصبع عدوانی تھا۔ بنی سعد اور بنی قیم ادیکی میں جب سخت لڑائیاں واقع ہوئیں۔ اور یہ قبیلے نیست و نابود ہو جانے کے قریب

پہونچ گئے ۔ توام حکم امامہ نے اپنی قوم بنی عدوان کا نوحہ کہا۔ اس کے چند شعر یہ ہیں

نوحہ

کم من فتی کانت لہ مبعۃ — ابلج مثل القمر الزاھم

بہت سے جوان تھے جنکا عنفوان شباب — چاند کی طرح روشن تھا

قد مرت الخیل بحافاتھم — کم غیث لجب ماطر

ان پر دشمن نے چاروں طرف سے حملہ کیا — جیسے گرجتا ہوا اور برستا ہوا بادل آتا ہے

قد لقیت فہم وعدوانہا — فتلہ وبھلکا آخر الغابر

آخر فہم اور عدوان کے قبیلے — ہمیشہ ہمیشہ کو تباہ ہو گئے

کانوا ملوکا سادۃ فی الوریٰ — دھر الھا الفخر وعلی الفاخر

وہ بادشاہ اور سردار رہے دنیا میں — عرصے تک کی ان مفاخر البیانہ تھا کہ اس کا فخر انسے زیادہ

امانی

مؤلف مشاہیر نسوان بحوالہ مفتاح لکھتے ہیں۔ کہ امانی دوزیب النسا بیگم عالمگیر کی کنیز باتمیز کا تخلص ہے۔ ایک وقت کا ذکر ہے۔ کہ زیب النسا بیگم باغ کی سیر کر رہی تھیں۔ امانی ساتھ تھی۔ زیب النسا نے گل سے کو دیکھ کر ایک مصرع پڑھا امانی نے دوسرے مصرع میں اس کا جواب دیا۔

زیب النسا۔ اے الٰہی گل صد برگ چرا می خندد

امانی۔ پر لقائے خود وبز غفلت ما می خندد

شعر

آن فہر روز ازل نیزہ نصیبم کردند — تیرگی می طلبید شام غریبان از من

اُمُّ الاغرّ

جزیرہ نمائے عرب کے قبیلہ بنی ربیعہ میں یہ شاعرہ پیدا ہوئی جب اس کا ایک عزیز "غرثان" بنی ربیعہ اور ایاد و لخم کی معرکہ آرائیوں جانبازی کے ساتھ کرتا ہوا ۵۲۶ عیسوی مارا گیا۔ تو ام الاغر نے اس کے غم میں ایک مرثیہ کہا۔ جس کے تین شعر یہ ہیں۔

الا فابکی اعینی لا تملی ۔۔۔ فلی مصابنا ایلہ اعویل

اے میری آنکھ رو اور دریغ نہ کر ۔۔۔ کیونکہ ہمارا مقتول ہمیشہ رونے کے قابل

فلا وسلمت عشیرتنا و عادت ۔۔۔ اذا صرع ابن روحان النبیل

درحقیقت ہمارا سارا خاندان لڑائی سے صحیح و سالم نہیں لوٹا۔ جب کہ ابن روحان سا شریف نام آتا

اذا رحتم و خلفتم ھلیلم ۔۔۔ نغرثان فلو راح القبیل

کاش اس سے کہ تم اسے چھوڑ کر چلے آئے ۔۔۔ تم نے آتے اور سب ان جنگ میں ہلاک ہو جاتے

ام البنین

مسٹر امیر علی جج ہائی کورٹ کلکتہ کی تصنیف کے حوالہ سے مشاہیر نسوان میں لکھا گیا ہے کہ ام البنین ایک مشہور و معروف خاتون عمر بن عبد العزیز کی بیٹی اور ولید اول کی بی بی تھیں۔ خلیفہ ولید پر ام البنین کی فصاحت اور ان کی خودداری کا خاص اثر پڑتا تھا۔ اور ام البنین ہمیشہ خلیفہ کا خیال رعایا کی خوشحالی کی طرف مائل کرنے پر زور دیا کرتی تھیں۔ گویا وہ رعایا کی طرف سے خلیفہ کی خلوت میں ایک نہایت با اثر وکیل تھیں۔ حجاج ثقفی نے جس کے ظلم و ستم مشہور ہیں ایک دفعہ خلیفہ ولید کو یہ صلاح دی۔ کہ آپ ام البنین کے صلاح مشوروں کی پرواہ نہ کیا کیجیے ام البنین

کے خفیہ مخبروں نے حجاج اور ولید کی ان باتوں کا حال ام البنین سے عرض کر دیا
ام البنین نے ولید سے کہلا بھیجا۔ کہ حجاج کو میرے سلام کے لئے بھیج دیا جائے
ولید نے حجاج سے کہلا بھیجا۔ حجاج اگرچہ ایک اعلٰی رتبہ کا افسر تھا اور ام البنین سے
دور دور رہتا تھا۔ مگر اس موقع پر اس کو حاضر ہونا پڑا وہاں اس کے ساتھ بے پروائی
برتی گئی۔ اور ایک عرصہ تک وہ امیر الامراء ملکہ کے آستانہ پر منتظر کھڑا رہا۔ آخر
کار ام البنین بڑے احتشام سے اپنی خادمہ اور کنیزوں کے حلقہ میں تشریف
لا کر صدر ایوان میں بیٹھیں۔ حجاج نے سلام عرض کیا جس کا جواب بڑی سرد مہری
سے دیا گیا۔ پھر وجہ اس مشورہ کی پوچھی جو اس حجاج نے ولید کو دیا تھا۔ حجاج
نے اس کے جواب میں لعن و طعن ظاہر کی۔ تو ام البنین نے ایک پر اثر لکچر دیا۔
اور حجاج کی غلطیوں کو آئینہ کر دکھایا۔ اور اس کو بتا دیا۔ کہ کس طرح وہ ملعون
خاندان بنی امیہ کے حق میں ایک مجسم ابلیس ثابت ہوا ہے۔ کس طرح اس نے خلفائے
امیہ کو اس بے رحمی پر آمادہ کیا تھا۔ جو نہ صرف عوام پر بلکہ خاص بزرگان دین پر واقع
ہوتی تھیں پھر اس کی بزدلی پر ملامت کی! اور اپنی کنیزوں کو حکم دیا۔ کہ اُسے
ایوان خلافت سے باہر نکال دیں۔ اور حجاج جیسے با اثر شخص کو ام البنین
کے جبروت و اقتدار نے یوں کھڑے کھڑے نکلوا دیا۔

پا بدست دگرے دست بدست دگرے

ام البلاء

اندلس کے شہر وادی الحجارہ کے ایک سوداگر کی بیٹی کا نام تھا جو اپنے
حسن اور اپنی فصاحت و بلاغت میں شہرت خاص رکھتی تھی آٹھ۔ پانچویں صدی
ہجری میں گذری ہے۔ کتاب المعروف کے مصنف نے لکھا ہے۔ کہ ایک بڈھا شخص
ام البلاء پر عاشق ہوا۔ تو اس فاضلہ عورت نے یہ شعر اس کو لکھ بھیجے

الشیب لا یخدع فیہ الصبا بحیلہ فاسمع الی النصح

بڑھاپے کے ہوتے ہوئے بھی لڑکپن نہیں آتا کسی طرح میری نصیحت کو سُن

فلو تلقی اجهل من فی الوری — یبیت فی الجهل کما یصبحی

دنیا میں جاہلوں کی ناک نہ بن بیٹھے — دن رات سوائے حماقت کوئی کام نہیں

یہ فاضلہ اکثر اپنے وطن کی وجہ سے حجاریہ کے نام سے بھی مشہور ہے اس کے یہ شعر حسن معذرت میں نہایت عمدہ ہیں۔

افہم مطارح احوالی فساحا منت — به الشواہد واعذر لی ولا تلم

میرے مقتضائے حال و قرائن — سے سمجھ لے و معذور رکھ ملامت نہ کر

ولا تکلفنی الی عذر ابینه — شر المعاذیر ما یحتاج للکلم

اور مجھے اظہار عذر کا امیدوار نہ ہو — عذروں میں بدتر عذر وہ ہے جو بیان کا محتاج ہو

وکل مبلحته من زله فیما — اصبحت فی ثقة من ذالک الکرم

میری یہ سب لغزش اس لئے ہے کہ — میں تیرے کرم پر بھروسہ رکھتی تھی

(نفح الطیب)

امۃ الخالق

عبد اللطیف بن صدقہ بن عوض المنادی الحقیلی کی بیٹی کا نام ہے۔ ۸۱۲ ہجری میں پیدا ہوئی۔ زمانہ تعلیم میں مسند احمد، معجم طبرانی، سیرۃ ابن ہشام، الفیہ، منہاج وغیرہ کتابیں پڑھیں اور بعض کو زبانی یاد کیا۔ جمال الدین حنبلی کی مجلس درس میں شریک ہوئی۔ اس کے بعد ایک عرصہ تک تعلیم و ترتیب کا شغل اختیار کیا چنانچہ بڑے بڑے محدثین نے اس سے روایتیں لی ہیں اور امام سیوطی نے اسے اپنے شیوخ میں شمار کیا ہے۔ اس فاضلہ نے ۹۰۲ ہجری میں وفات پائی ذیل کے اشعار یادگار ہیں۔

ان کنت اخطاب فاخطا القدر — هے المقادیر فاعنی او تذر

مقدر ہے کبھی ملاتا ہے کبھی چھوڑ دیتا ہے — اگرچہ میں خطا کروں لیکن مقدر خطا نہیں کرتا

اذا اراد اللہ امراء بامرء — وکان ذا عقل وسمع وبصر

اللہ جب بندے سے کوئی کام کرانا چاہتا ہے — حالانکہ وہ عقل سماعت و بصارت رکھتا ہے

اصم اذنیه واعما قلبیه — وسامه من عقله سل الشعر
تو اس کو پھر اس کے دل کا اندھا کر دیتا ہے — اور دودھ میں بال کی طرح عقل نکال لیتا ہے
حتیٰ اذا انفذ فیه حکمه — رد الله عقله لیعتبر
یہاں تک کہ وہ شخص کام کر لیتا ہے — تو اسکی عقل واپس کیجاتی ہے تاکہ عبرت پکڑے

(تذکرۃ الخواتین ومشاہیر نسواں)

امۃ الرحمٰن

حجاج بن یوسف ثقفی کی معزز خاتون کا نام ہے علم وفضل کی وجہ سے خاص فضیلت رکھتی تھی۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ حجاج کی صحبت خاص میں عورتوں کی برائی بھلائی کا ذکر چھڑا۔ مصاحبین نے مختلف عورتوں کی نسبت اپنی رائیں بیان کیں۔ اور موجودہ عورتوں کے حسن وقبح کا ذکر ہوا اس کو سنکر حجاج نے کہا۔ کہ میرے چار بیویاں ہیں اور ان کے اوصاف جداگانہ ہیں۔

(۱) ایک مہا بن مہاب ہے۔ اس کے ساتھ میری رات ایسے گذرتی ہے جیسے کسی جوان کی جو انوں کے ساتھ کھیل کود میں۔

(۲) دوسری ہند بنت اسماء اس کے ساتھ میری رات اس طور پر بسر ہوتی ہے جیسے کسی بادشاہ کی بادشاہوں کے ساتھ۔

(۳) تیسری ام الجلاس بنت عبد الرحمٰن ہے اس کے ساتھ میری رات یوں گذرتی ہے۔ جیسے ایک اعرابی کی اعرابیوں کے ساتھ۔

(۴) چوتھی امۃ الرحمٰن بنت جریر ہیں۔ جن کی صحبت میں تمام شب اس طرح گذرتی ہے۔ جیسے کسی عالم کی علماء، فقہاء کی مجلس میں۔

حجاج کے اس بیان سے ہر ایک بی بی کا مذاق ظاہر ہوتا ہے اور امۃ الرحمٰن کے علم وفضل کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

(عقد الفرید)

امۃ العزیز

مسز امیر سالق علی جسٹس کلکتہ خواتین اسلام کے تذکرہ میں لکھتی ہیں کہ یہ وہ مشہور خاتون ہے جو اپنے عہد میں اچھا اپنے حسب اور نسب اور عالمہ اور فاضلہ ہونے کے "الشریفہ" کے معزز لقب سے مشہور تھی۔ امۃ العزیز نسل سادات میں سے تھی اور اس کی سیادت اور شرافت اس کے اخلاق و عادات سے ظاہر ہوتی تھی۔ وہ اعلیٰ درجہ کے اخلاق و آداب کا بہترین نمونہ تھی اس کا انداز بیان نہایت دلفریب ہوتا تھا۔ زبان اس کی فصاحت پر ناز کرتی تھی مورخین کا بیان ہے کہ علماء و فقہاء عصر میں اس کو رتبہ خاص حاصل تھا اندلس کی رہنے والی تھی۔ پانچویں صدی ہجری میں گزری ہے ابو الخطاب بن وحیہ نے کتاب المطرب میں اس کے یہ دو شعر لکھے ہیں۔

لحاظکم تجرحنا فی الحشا	ویحظنا یجرحکم فی الخدود
تمہاری نگاہوں نے ہمارے دل کو زخمی کیا	اور ہماری نگاہ نے تمہارے رخسار کو
جرم بجرح فاجعلوا ذا بذا	فما الذی اوجب جرح الصدود
زخم کا بدلہ زخم ہو گیا پھر	یہ ہجر کا زخم کس جرم کی سزا ہے

ام تابطشرا

یہ عرب کے ایک مشہور شاعر تابطشرا کی ماں ہے خود بھی بہت بڑی شاعرہ تھی جب اس کے بیٹے تابطشرا نے عین جوانی کے عالم میں انتقال کیا۔ تو اس نے اپنے بیٹے کے غم میں ایک مرثیہ کہا۔ اس سے کچھ اشعار یہ ہیں۔

دوسرے صفحہ پر

لیت شعری ضلۃً ای شی قتلک

کاش مجھ انجان کو خبر ہوتی — کہ تجھے کس چیز نے ہلاک کیا

امریض لم تعد — ام عدو ختلک

بیمار ہوا تھا تیری عیادت نہ ہوئی — یا دشمن نے مار ڈالا

ام تولی بک ما غال — فی الدھر السلک

یا تیرا کام — کسی درندہ نے تمام کیا

کل شی قاتل — حین تلقی اجلک

تو جو مر گیا ہر چیز پہاڑ — کھانے کو دوڑتی ہے

طال ما قد نلت — فی غیر کد املک

تو نے مدتوں بلا مشقت اپنے — مطالب حاصل کئے

ان امراً فادحاً — عن جوابی شغلک

بے شک ایک امر اہم — مجھ کو میرے جواب سے مانع ہے

ساغری النفس اذ — لم یجب من سالک

اب میں دل کو سمجھاؤں گی — کیونکہ تو تو جواب ہی نہیں دیتا

لیت قلبی ساعۃ — صبرہ عنک ملک

کاش ایک ساعت — تجھ سے دل کو چین ہوتا

(مشاہیر نسواں تذکرہ نفیس)

ام جعفر

یہ سیدہ عالی نسب اپنی فیاضی میں مشہور تھی۔ ایک دفعہ دو فقیر جا رہے تھے۔ اس کو دیکھ کر ان میں سے ایک نے کہا۔ کہ اے خدا مجھ کو اپنے فضل و کرم سے کچھ دے۔ دوسرے نے صدا لگائی۔ کہ اے ام جعفر مجھ کو کچھ عنایت کر ام جعفر نے دونوں کو بلایا۔ اور اپنے گھر کو لے گئی۔ اور اس نے پہلے فقیر کو دو درم

دیئے جس نے خدا سے دنیا طلب کی تھی اور دوسرے فقیر کو جس نے اس کی عنایت چاہی تھی دو روٹیاں اور بھنی ہوئی مرغی عنایت کی جس کے پیٹ میں تیس دینار چھپا دیئے۔ جو ظاہر میں معلوم نہ ہوتے تھے۔ یہ دوسرا فقیر اس سے خوش نہ ہوا۔ اور چونکہ وہ درد پیٹ کا لالچی تھا۔ روٹی کا بھوکا نہ تھا۔ اس لئے اس نے پہلے فقیر کے ہاتھ وہ روٹیاں۔ اور بھنی ہوئی مرغی بیچ ڈالی اور خدا نے وہ تیس درم اس کو نصیب کئے۔ چند روز کے بعد ام جعفر نے اس لالچی فقیر کو دیکھا اور اس سے پوچھا۔ کہ تجھکو اس مرغی نے کچھ دیا۔ اس نے کہا۔ کہ وہ تو میں نے اسی وقت اس دوسرے فقیر کے ہاتھ میں بیچ دی تھی۔ تب ام جعفر نے کہا۔ کہ میں اسی وقت جان گئی تھی۔ کہ خدا اپنے سائل کو نقصان میں رکھنے والا نہیں۔ اور تیری نیت درست نہ تھی اور اسی لئے میں نے تیس درم مرغی کے پیٹ میں چھپا دیئے تھے۔ مگر خدا نے تجھ سے لیکر اس کو دیئے۔ اب تو اپنی نیت کو درست کر اور کسی کو دیکھ کر اس کی خوشامد نہ کر۔ بلکہ خدا کے فضل و کرم پر بھروسہ رکھ

(مشاہیر النسوان بحوالہ نوادر قلیوبی)

اُمِّ جمیل

اللہ اکبر پہلے زمانہ میں عورتیں کس قدر باحمیت ہوتی تھیں۔ کہ اب مردوں میں اس کی نظیر کمیاب ہے۔ ام جمیل کی نسبت لکھا ہے۔ کہ یہ عورت حضرت ابوہریرہ کی ہمقوم دلبری۔ اور شہادت میں لاثانی تھی۔ ایک شخص ضرار ابن الخطاب نے اپنے دشمنوں سے تنگ آ کر چھوڑ کر اس کے گھر تک پہنچا۔ اور اس سے پناہ مانگی۔ ام جمیل نے اس کو پناہ دی۔۔ اور اپنی جسارت سے اس کے دشمنوں کو اس کے نقصان پہنچانے کا موقع نہ دیا۔ اور وہ اکثر ایسے مشکل کے وقت میں لوگوں کے کام آتی رہتی تھی۔ یہاں تک کہ دوا و فی امن ام جمیل، عربی زبان کی ایک ضرب المثل بن گئی ہے۔ (مشاہیر النسوان و مجمع الامثال)

اُمِّ حکیم

قریش کے ایک سردار حارث بن ہشام مخزومی کی بیٹی کا نام تھا فتح مکہ کے روز آپ اسلام لائیں۔ اور ان کی وجہ سے ان کا شوہر (عکرمہ) مشرف باسلام ہوا عکرمہ کے بعد انہوں نے ۱۳ھ ہجری میں خالد بن سعید سے نکاح کیا۔ مرج المطفر میں ایک پل (قنطرہ ام حکیم) کے نام سے مشہور رہے۔ اخبار دین کی لڑائی میں یہ صحابیہ۔ اور اُن کے شوہر ایسے لڑے۔ کہ انہوں نے سات مخالفوں کو بانس مار مار کر ہلاک کیا۔ اور ان کے شوہر اسی لڑائی میں شہید ہوئے۔۔

(مشاہیر نسوان بحوالہ خواتین)

اُمِّ حکیم

حضرت عبید اللہ بن عباس ہاشمی کی بی بی کا نام ہے۔ شعر گوئی میں اعلےٰ مذاق پایا تھا جب ان کے شوہر بن ارطاۃ کے ہاتھ سے مارے گئے۔ اور ایک بیٹا بھی۔ اسی ہاتھ سے جاں بحق ہوا۔ تو انہوں نے ان دونوں حادثوں کے متعلق بہت سے مرثیے کہے۔ جو بے اختیار ان کے دل سے ان کی زبان پر آئے۔

(مشاہیر بحوالہ سعادت)

اُمِّ حکیم

حضرت عبد المطلب کی بیٹی اور پیغمبر اسلام کی پھپھی تھیں حسن و جمال اور

فصاحت و بلاغت میں آپ ہی اپنا نظیر سمجھی جاتی تھیں جس خصوصیت کی وجہ سے ان کا لقب "و بیضا" اور "فتنہ الدیباج" پڑ گیا تھا۔ طبیعت کو شاعری سے خاص لگاؤ تھا۔ چنانچہ باپ کی فرمائش سے باپ کے جیتے جی باپ کا جو مرثیہ کہا اس کے کچھ اشعار یہ ہیں۔

الا یا عین جودی واستهلی — وبکی ذا الندی والمکرمات
الا یا عین ویحک اسعدینی — بدمع من دموع هاطلات
وبکی خیر من رکب المطایا — اباک الخیر تیار الفرات
طویل الباع شیبة ذی المعالی — کریم الخیم محمود الهبات
وصولا للقرابة هبرزیا — وغیثا فی السنین الممحلات
ولیثا حین تشتجر العوالی — تزدن له عیون ناظرات
عقیل بنی کنانة والمرجی — اذا ما الدهر اقبل بالنهات
ومفزعها اذا ما هاج هیج — بداهیة وخصم المعضلات
فبکیه ولا تسمی بحزن — وابکی ما بقیت الباکیات

(خواتین)

اُمّ الخیر

مشاہیر نسوان میں بحوالہ کتاب خواتین لکھا ہے۔ کہ اُمّ الخیر بغدادی نامی گرامی فاضلہ تھی۔ جس قابلیت کی وجہ سے "جمال النسا"، اس کا لقب پڑ گیا تھا۔ اس نے زمانہ تعلیم میں ابن البطی ابوالمظفر کاغذی شجاع الجربی وغیرہ علماء سے علم حدیث حاصل کیا۔ پھر خود تدریس پر کمر باندھی اور اسمٰعیل بن عاکر اور قاضی تقی الدین سلیمان ابن سعدہ ابن شحنہ فاطمہ بنت سلیمان جیسے نامور محدثین نے ام الخیر سے فیض پایا علاوہ فضل وکمال کے زہد القابیں بھی اس کا خاص چرچا تھا۔ بار ہا حج کے لئے اس نے مکہ معظمہ کا سفر کیا ۶۴۲ھ ہجری میں وفات پائی

اُمراؤ

شاہجہان آباد (دہلی) کی ایک پردہ نشین کا تخلص ہے۔ نام ان کا حسینی بیگم تھا۔ ۱۲۹۲ھ ہجری میں ان کے زندہ ہونے کا پتا ملتا ہے۔ تذکرۃ النساء میں ان کے یہ دو شعر لکھے ہیں۔ جو نقل کئے جاتے ہیں۔

باغ عالم میں جو چھڑانا تھا اگر بینوں سے ۔ پہلے ہی سبزہ بیگانہ بنایا ہوتا
اور جو منظور نہ تھی خانہ نشینی ہم کو ۔ تو مجھے ساکن ویرانہ بنایا ہوتا

معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ غزل ابوظفر بادشاہ دہلی کی اس مشہور مگر منحوس غزل پر لکھی گئی ہے جس کا ایک مصرع یہ ہے۔ ع یا مرا تاج گدایانہ بنایا ہوتا

ایک زمانہ میں یہ غزل گانے والوں کی پرچھیڑی ہوئی تھی۔ اور جب بادشاہ دلی سے رنگون بھیجے گئے۔ تو اس سے چند روز پہلے یہ غزل کہی تھی۔ اس لئے لوگوں نے بادشاہ کے ایسے جذبات کو جن سے بادشاہی کی جگہ فقیری کی آرزو بادشاہی کی نسبت بعض افسوس ناک خیالات درج ہیں۔ ایک نامبارک شگون خیال کیا تھا۔ اور بادشاہ کے چلے جانے بعد جب کہیں یہ غزل گائی جاتی تھی۔ تو بادشاہ کے واقعات کو اس کے خیالات سے مطابق کر کے افسوس کیا جاتا تھا۔

اُمّ رعلہ

ام رعلہ قشیریہ ایک فصیحہ و بلیغہ صحابیہ تھیں۔ انہوں نے بھی اسماء انصاریہ کی طرح عورتوں کی نسبت جناب سرور کائنات سے استفسار کیا تھا جس کے جواب میں ارشاد ہوا۔ کہ اے زنان عرب اگر تم خدا کے ذکر سے غافل نہ ہوگی نامحرم کو نہ دیکھوگی۔ اور نامحرم کو اپنی آواز نہ سناؤگی۔ تو تم ضرور اجر و ثواب پاؤگی لکھا ہے کہ جب آنحضرت نے وفات پائی۔ تو ام رعلہ جناب حسنین کو گود میں لئے

مدینہ کی گلیوں میں پھرتی رہتی تھیں اور جب حضرت فاطمہ کے دروازہ پر پہنچتی تھیں
تو یہ شعر پڑھتی تھیں ؎

یا دار فاطمہ المعمور ساکنہا ۔ ہیجت لی حزنا حییت من دار

اے فاطمہ کے ہرے بھرے گھر ۔ تو نے میرے غم کو برانگیختہ کیا خدا تجھے آباد رکھے

اُمِّ سلمہ

ابوالعباس سفاح (پہلے خلیفہ) کی بی بی تھیں۔ مسٹر امیر علی جسٹس کلکتہ نے حالات خواتین میں ان کا بھی ذکر کیا ہے۔ سفاح کی شادی ان کے ساتھ حصول خلافت سے پہلے ہوئی تھی۔ جب سفاح کی حیثیت معمولی تھی اور سفاح نہایت مغلوب الغضب تھا۔ مگر ام سلمہ کی لیاقت اور خودداری کے سامنے سر نہ اٹھا سکتا تھا اور یہ باتوں باتوں میں اس کے غصہ کو ٹھنڈا کر دیتی تھیں۔ مورخ مسعودی کا بیان ہے کہ ام سلمہ کو امیر المومنین کے مزاج میں اس قدر رسوخ حاصل تھا۔ کہ وہ کوئی بڑا کام بغیر ان کے مشورہ کے نہ کرتا تھا۔ اور نہ ان کی منظوری کے بغیر کوئی نئی بات شروع کی جاتی تھی۔ ام سلمہ کی لیاقت کی ایک نمایاں دلیل یہ ہے۔ کہ خلیفہ وقت کو رسوم و رواج کے موافق بہت سی عورتیں کرنے کا حق تھا۔ مگر سفاح نے ان کے جیتے جی کسی عورت کو اپنے حرم میں داخل نہیں کیا۔

اُمِّ سُلیم

ملحان بن خالد کی بیٹی۔ اور انس بن مالک کی ماں قبیلہ خزرج کی مشہور صحابیہ ہیں اور انہیں کی ہدایت سے ابوطلحہ انصاری نے اسلام قبول کیا۔ اور ام سلیم نے بعد قبول اسلام اس کو اپنی شوہری میں قبول کیا۔ جب آنحضرت مدینہ میں تشریف لائے تو ان کی حالت غربت کی تھی۔ کوئی چیز بطور تحفہ پیش نہ کر سکتی تھیں۔ اس لیے اپنے

بیٹے انس کو پیش کر کے اس کے حق میں دعا کی درخواست کی۔ آنحضرت نے درازی عمر۔ کثرت مال و عیال کی دعا فرمائی۔ چنانچہ انس نے (۱۰۳) برس کی عمر پائی۔ اور ۷۸ بیٹے ہوئے! و حضرت عمر کے عہد میں بصرہ کی حکومت حاصل کی
(مشاہیر نسوان بحوالہ مدارج)

اُمِّ سنان

عرب کے قبیلۂ بنی لیث کی مشہور صحابیہ ہیں۔ خیثمہ بن خرشہ مذحجی کی بیٹی تھیں جنگ صفین میں امیر معاویہ کے خلاف حضرت علی کے ساتھ دیا تھا۔ آخر کو جب معاویہ کا تسلط ہوا تو امیر معاویہ کے حاکم مدینہ (مروان) نے ان کے پوتے کو کوئی جرم لگا کر قید کر دیا۔ اور یہ اس کے استخلاص کو براہ راست امیر معاویہ کے پاس گئیں جب دمشق پہنچیں۔ اور معاویہ کے سامنے گئیں۔ تو معاویہ نے ان کی پچھلی خصومت یاد دلائی ام سنان کے یہ اشعار جو معاویہ نے یاد کر لئے تھے۔ ان کو پڑھ کر سنائے۔

عزب الرقاد فمقلتی لا ترقد — واللیل یصدر بالہموم و یورد
میری نیند جاتی رہی پلک سے پلک نہیں لگتی — اور رات غموں کو لاتی اور لیجاتی ہے
یا آل مذحج لا مقام فشمروا — ان العدو لآل احمد یقصد
اے آل مذحج تیار ہو جاؤ — دشمن نے آل محمد کا قصد کیا ہے
ھذا علی کالہلال تحفہ — وسط السماء من الکواکب اسعد
یہ علی چاند ہے اس کے ارگرد اسکے رفیق آسمان پر گویا نیک ستارے ہیں
خیر الخلائق وابن عم محمد — ان یہدکم بالنور منہ تہتدوا
سب سے برگزیدہ اور محمد کے چچا کا فرزند ہے — اگر تمکو وہ نور کیطرف راہ دکھا تو راہ پا جاؤ گے
ما زال مذ شہد الحروب مظفرا — والنصر فوق لوائہ ما یفقد
وہ ہمیشہ جب سے لڑائیوں میں شریک ہوئے فتحمند رہا — اور فتح اسکے جھنڈے سے کبھی جدا نہ ہوئی
ام سنان اسکا جواب دے رہی تھیں۔ کہ ایوان خلافت سے ایک آواز آئی۔ کہ

اے امیر المومنین یہ بھی انہی کے اشعار ہیں۔

اما ھلکت ابا الحسین فلم تزل	بالحق تعرف ھادی مھدیا
فاذھب علیک صلاۃ ربک ما دعت	فوق الغصون حمامۃ قمریا
قد کنت بعد محمد خلفا کما	اوصی الیک بنا فکنت وفیا

یہ سنکر ام سنان بولیں۔ اور کہا۔ کہ بیشک یہ قول صدق اور کلام ناطق ہے۔ بخدا ہم علی کو سب سے زیادہ دوست رکھتے ہیں۔ اور تجھ کو مروان بن حکم اور سعید بن عاص سے اچھا جانتے ہیں۔ کیونکہ تیرا عفو برتر اور تیرا حلم وسیع تر ہے اور آپ تو پہلے سے اچھا بن گیا ہے۔ معاویہ نے کہا سچ ہے۔ اور مروان کے نام فرمان لکھا کہ ام سنان کے پوتے کو فی الفور رہا کردے۔ اور ایک اونٹ اور ہزار دینار زر ام سنان کو دیکر رخصت کیا۔ (مشاہیر وعقد الفرید)

ام سعد بنت ربیع

ایک مشہور صحابیہ تھیں چھوٹی سی عمر میں یتیم ہوگئی تھیں۔ حضرت ابوبکر نے آپ کی پرورش کی۔ اور انہیں کے ظل عاطفت میں یہ یتیمہ فضیلت کے درجہ کو پہونچی اور حدیث وتفسیر کو درجہ کامل حاصل کیا۔ (مشاہیر بحوالہ تہذیب)

مادر شیداسپ

صاحب حدیقہ لکھتے ہیں۔ کہ اس نام معلوم نہیں۔ مگر یہ سیستان کے حکمران کی بیٹی تھی۔ حسن وجمال میں یکتا عقل وشعور میں بے ہمتا تھی۔ لیکن کسی کے ساتھ نکاح پر راضی نہ ہوتی تھی۔ اور باپ نے اس کو اس کی خوشی پر چھوڑ رکھا تھا جب جمشید کو ضحاک کے ہاتھوں شکست نصیب ہوئی۔ اور وہ بھاگ کر جا بجا چھپتا پھر۔ تو اتفاق سے جمشید نے اس کے گھر میں پناہ لی۔ اور اس نے پورے

طور سے حق خدمت ادا کیا۔ جمشید سے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام شیباسپ ہے۔ اور آخر کو ایران کا تاج شاہی اس کے سر پر رکھا گیا۔

اُم الصّریح

تذکرۂ فیضی میں اس کا ذکر ہے۔ یہ عورت بہت بڑی فصیحہ و بلیغہ گزری ہے اس کے ایک مرثیے کے اشعار یہ ہیں۔

هوت انهم ماذا بهم يوم عوا — بجسنا من سياب مجد تصروا

ان کو شاباش وہ کام آئے — ہو ضیح جبینان میں بزرگی کے ساتھ

الوان يغرو والفناقي نحورهم — وان مرتقوا من حشية الموت سلّما

وہ موت کہ اپنی طرف دیکھ کر بھاگے نہیں — اور نہ اسکے ڈر سے سلامتی کے زینہ پر چڑھنے لگا روہ گیا

فلو انهم فروا الكانوا عزّة — الكن سراو صبر اعلى الموت الرما

وہ بھاگ نے تو ہرج نہ تھا کیونکہ وہ اپنی قوم میں عزیز ہے — لیکن انہوں نے موت پر صابر رہنا زیادہ بزرگی کا باعث سمجھا

اُم عبداللہ

حضرت امام حسن کی صاحبزادی کا نام ہے۔ امام زین العابدین سے بیاہی گئیں۔ ان کے بطن سے امام محمد باقر پیدا ہوئے۔ جو جناب حسنین کی نسل کا یادگار ہیں آپ کا اصلی نام فاطمہ تھا۔ صاحب مدارج لکھتے ہیں۔ کہ آپ سے بیشمار معجزے اور کرامتیں صادر ہوئیں۔

اُم الفتح

احمد بن کامل بغدادی کی بیٹی تھی۔ شہر بغداد میں رہتی تھی۔ بڑے بڑے

علماء وفضلاء اس کے علم وفضل کے قائل تھے۔ علم حدیث خوب جانتی تھی۔ بغداد دین اس کا نام روشن تھا۔ کہ ومؔ سنتہ السلام اس کا لقب پڑ گیا تھا۔ ایک عرصہ تک علم حدیث کا درس دیتی تھی عمر طویل پائی ۸۸ھ ہجری میں انتقال کیا۔

(نیشنل و مشاہیر)

اُمُّ الکرام

مریہ کے بادشاہ معتصم بن صمادح کی بیٹی کا نام ہے۔ ابن سعید اپنی کتاب المغرب میں لکھا ہے۔ کہ یہ شہزادی بڑی فاضلہ تھی۔ اور شعر بھی کہتی تھی ایک حسین شخص سمار پر جو دانیہ کا رہنے والا تھا۔ عاشق ہوئی چنانچہ یہ شعر اسی دہن میں کہے۔

یا معشر الناس الا فاعجبوا — مما جنته لوعت الحب

اے لوگو تعجب کرو — محبت کی لو کیا ظلم کرتی ہے

لولاه لم ینزل ببدر الدجی — من افقه العلوی للترب

اگر وہ نہ ہوتا تو چودھویں رات کے چاند پر — افق سے تاریکی نہ پڑتی

حسبی بمن اهواه لوانه — فارقنی تابعه قلبی

میرے لئے وہ جسے میں چاہتی ہوں کافی ہے اگر وہ — مجھ سے جدا ہو جاتا تو میرا دل بھی اسکے پیچھے ہوتا

اُمّ کلثوم

حضرت فاطمہ زہرا کی صاحبزادی کا نام ہے حضرت خلیفہ دوم نے خود حضرت علی سے درخواست کرکے ان کے ساتھ نکاح کیا۔ اور ان کے بطن سے ایک لڑکی رقیہ نام اور ایک لڑکا زید ذوالہلالین پیدا ہوئے ام کلثوم نہایت دانشمند اور شیریں گفتار بی بی تھیں حضرت عمر کی خلافت میں جبکہ وہ دنیائے اسلام کی قیصرہ تھیں

آپ نے کچھ تحائف قیصرہ روم کو بھیجے تھے۔ اس کے شکریہ میں قیصرہ روم نے ایک جڑاؤ گہنا آپ کو ہدیہ بھیجا تھا۔ مگر آپ نے حضرت عمر کے ایماء سے بیت المال میں داخل کر دیا۔ لکھا ہے۔ کہ جو سفیر اس عقد مرصع کو لایا تھا۔ وہ اس وقت جبکہ دربار یزید میں حضرت ام کلثوم رسن بستہ لائی گئیں دربار میں موجود تھا۔ اور وہ اگرچہ قید اور بیکسی کی حالت میں تھیں۔ لیکن وہ سفیر نہایت ادب سے ادب بجا لایا۔ یزید نے کہا۔ کہ کیا تم اس عورت کو جانتے ہو۔ اس نے جواب دیا۔ کہ میں خوب جانتا ہوں اور میں نے اس نے ان کو اس وقت دیکھا ہے جب کہ ان کا رعب جلال قیصرہ روم سے بھی کہیں زیادہ تھا۔ اور ان کی شرافت کا خاندانی احترام کبھی کم نہیں ہو سکتا ام کلثوم کا بعد واقعہ کربلا دربار یزید میں جانا صحیح ہے۔ لیکن شیعہ بالکل حضرت عمر سے ام کلثوم کے نکاح کی قائل نہیں۔ اور اس پر بڑی بڑی کتابیں لکھی گئی ہیں

ام کلثوم

عقبہ بن معیط کی بیٹی مشہور صحابیہ گزری مکہ معظمہ میں اسلام سے مشرف ہوئیں۔ اور وہاں سے پیادہ مدینہ کو ہجرت کی۔ یہاں زید بن حارثہ سے نکاح ہوا زید جب غزوہ موتہ میں شہید ہوئے تو یہ ان کے ساتھ تھیں اس کے بعد ان کا عقد زبیر بن العوام سے ہوا۔ مگر طلاق ہو گئی۔ ازاں بعد آپ کا عقد عبدالرحمن بن عوف سے اور عبداللہ کی وفات کے بعد عمرو بن العاص سے ہوا حسن و جمال علم و کمال فصاحت و بلاغت میں قابل قدر سمجھی جاتی تھیں سنہ ۳۲ ہجری کے اخیر میں انتقال ہوا۔ بہت سے تابعین نے ان سے حدیثیں روائت کی ہیں۔

(مشاہیر بحوالہ اکمال)

ام النساء

حبیب المرین نام ایک ایرانی ملک التجار کی بیٹی ہے۔ اس کا یہ فخر کیا کم ہے کہ محی الدین ابن عربی نے مسامرات میں اس کا ذکر کیا ہے۔ یہ خاتون حسن و جمال اور فضل و کمال میں یکتا تھی۔ علاوہ فارسی کے عربی میں فصیح و بلیغ نظمیں لکھتی تھی چنانچہ ایک قصیدہ کے چند شعر یہ ہیں۔

جاء البشیر بوعد کان ننتظر　　فاصبح الحق مافی صفوۃ کدر

بشارت دینے والا خبر لایا جس کا انتظار تھا　　پس صاف اور خالص حق ظاہر ہوا

من خیر ہادعنا بالھدی امرنا　　ففی اوامرہ التسدید والنظر

اپنی خوبیوں سے وہ حق کے ساتھ حکمران ہوا　　اور اس کے احکام میں پختگی و غور نمایاں ہوا

لیث اذا فنحم الابطال حومنہ　　یفنی الکتاب فلا یفنی ولا یذر

وہ ایسا بہادر اس کے پاس جا بیں شیر ہے　　لشکروں کو ایسا ہلاک کرتا ہے کہ کچھ باقی نہیں چھوڑتا

اُمِّ ہانی

نور الدین ابو الحسن علی بن قاطنی القضاۃ تقی الدین عبد الرحمن بن عبد المومن ہوا بنی شافعی کی بیٹی۔ اور علامہ سیف الدین حنفی کی ماں شعبان ۸۷۸ ہجری میں پیدا ہوئی۔ نحو فقہ حدیث میں یگانہ وقت تھی۔ امام سیوطی نے ان سے مدتوں علم حدیث کا درس پایا ہے۔ ان کی شاعری بھی خاص درجہ رکھتی ہے۔ کتاب خواتین میں آپ کے اشعار ذیل کئے گئے ہیں۔

فکن حامد اللہ شاکر فضلہ　　علی سائر الاحوال فی السر والجہر

اللہ کی حمد اور اس کی عنایت کا شکر کر　　ہر حال میں ظاہر میں اور باطن میں

وکن ساجد اللہ ما دمت قادراً　　لعلک تحظی بالسیادۃ والفخر

جہاں تک ہو سکے اللہ کی اطاعت کر　　شاید تجھ کو شرف اور فخر عنایت ہو

فیا ایہا الانسان لاتک جاھلا　　واعلم بان اللہ ھو الکاشف الضر

اے انسان جہالت چھوڑ دے　　اور سمجھ لے کہ اللہ مصیبت دور کرتا ہے

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

حلیم کریم خالق الخلق کلہم — ورازقہم من غیر بخل و لاضجر

حلم اور کرم والا سب کا پروردگار ہے — بلا تکلیف و تنگی کے رزق دیتا ہے

وصلی علی المختار اشرف خلقہ — علیہ سلام اللہ فی اللیل والفجر

اور اس کی مخلوقات کے سردار محمد پر درود بھیجو — اس پر رات دن خدا کی رحمت ہو

(خواتین)

امّ ہانی

حافظ تقی الدین محمد ہاشمی کی بیٹی کا نام ہے ۸۱۱ھ ہجری میں ہوا ہوئی بڑی عالمہ اور فاضلہ تھی۔ امام جلال الدین سیوطی جیسے علامہ اس کے شاگرد تھے اور اس سے سیوطی نے استناد بھی کیا ہے۔ اللہ اکبر۔ (تذکرۃ الخواتین)

امّ ہارون

طبقات شعرانی کا مصنف لکھتا ہے۔ کہ یہ عورت مذہب کی بڑی پابند اور قدر رسیدہ تھی۔ ہمیشہ سوکھی روٹی پر گزارہ کرتی تھی بیس برس تک اس نے سر میں کنگھی نہیں کی۔ لیکن باوصف اس کے اس کے گیسو دوسری عورتوں سے زیادہ لمبے اور خوشنما معلوم ہوتے تھے۔ لکھا ہے۔ کہ ایک دن وہ غار و جنگل میں نکل گئی۔ اور ایک جگہ بیٹھ کر خدا کی یاد میں مصروف ہوئی۔ اتفاق سے شیر آگیا۔ اور اس کی طرف دیکھنے لگا۔ اس نے شیر کو دیکھ کر کہا کہ اگر خدا نے تیری روزی میرے گوشت کی مقرر کی ہے تو کھا لے۔ شیر یہ سنکر دوسری طرف چلا گیا۔

امّ الہیثم

مشہور صحابیہ تھیں۔ بوقت ... کا انتقال ہوا ہے رحیب

ابوالعاص کی بیٹی امامہ نے مغیرہ بن نوفل سے دوسرا نکاح کیا اور وہ بھی مرگیا۔ اور امامہ اس کے صدمہ میں مبتلا ہوئی۔ تو ام الہثیم نے اس کا مرثیہ کہا۔ اس کے دو شعر یہ ہیں ؎

اشاب ذوابتی واذل رکنی	امامۃ حین فارقت القرینا
بال سفید ہو گئے اور رکن جھک گیا	اے امامہ جب کہ تیرا شوہر چلا گیا
تطیف بہ لحاجتہا الیہ	ولما استیئسا رمت رنینا
وہ اپنی حاجت کے وقت اسکے گرد پھرتی تھی	لیکن جب مایوس ہو گئی تو رونا شروع کیا

حضرت علی کی وفات کا مرثیہ بھی اس طرف منسوب ہے۔ اگرچہ بعض اس مرثیہ کو ابوالاسود کا کہا ہوا بتاتے ہیں۔ اس کا مطلع یہ ہے ۔

الا یا عین ویحک اسعدینا
الا تبکی امیر المومنینا

اُمِّ الہیثم

امام سیوطی کا بیان ہے۔ کہ عرب کے قبائل میں ادبی شعراء میں ایک بڑھیا تھی اتنی جس کی فصاحت و بلاغت مسلم تھی۔ وہ عربی کے ایسے خاص لغت استعمال کرتی تھی جس کو بہت ہی کم لوگ جانتے تھے۔ اور بڑے بڑے ارباب لغت اس کی باتوں سے سبق سیکھتے تھے۔ (تذکرۃ خواتین)

اُمِّ الہنا

سید امیر علی صاحب ... نے اس کا حال لکھا ہے۔ قاضی ابو محمد عبدالحق بن عطیہ کی بیٹی تھی۔ فقہ علم پر خاص دسترس رکھتی تھی۔ اور شاعری میں بھی خاص کمال کو پہنچی تھی

کئی کتابیں تصنیف کیں۔ جب اس کا باپ شہر مریہ کا والی ہوا۔ اور نظر سے روانگی کا وقت آیا۔ تو یہ رخصت کے وقت یہ شعر زبان پر لائی۔

یا صاحب صار الدمع حدی عاذ ۔ تمکیت لی فرح دمی الخزان

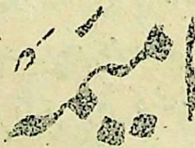
ام الهنانے چھٹی صدی ہجری کے اخیر میں وفات پائی اور طرقیہ کے جوار میں دفن ہوئی



امیر بیگم نام اور امیر تخلص تھا۔ لکھنؤ میں پیدا ہوئیں۔ اور وہیں مذاق سخن کا لطف اٹھایا۔ بڑے بڑے ارباب فن سے زبان لڑتی رہی۔ اور وہیں انتقال کیا ان کے کلام کا نمونہ یہ ہے۔

جو ہر کو دیکھتے سے جان زار جاتی ہے ۔ اسی طرف کو نظر بار بار جاتی ہے
یہ فیض تھا کہ تجھے ڈھونڈھا ترے کوچے میں ۔ صبا سے مراسلت غبار جاتی ہے
یہ محو دید رخ گل ہے بلبل شیدا ۔ نہیں خبر چمن سے بہار جاتی ہے

مزاج میں امارت بھی تھی۔ جو اسم بامسمّے تھیں روپے ماہوار وثیقے کے پاتی تھیں۔ مگر اپنی خوش سلیقگی سے بڑے بڑے محلات و بیگمات سے مساوات کا درجہ رکھتی تھیں۔



حضرت عبد المطلب کی چھ بیٹیوں میں سے ایک کا نام ہے جب عبد المطلب نے اپنے مرنے سے پہلے بیٹیوں سے کہا کہ قبل از مرگ وہ اپنا کہیں۔ اور میری مرنے کا مرثیہ کہیں۔ تاکہ میں ہر ایک کا مرثیہ سن لوں۔ سب نے اپنے فکر کی تیمیل کی۔ ان میں امیمہ نے جو مرثیہ کہا۔ اس کے اشعار یہ ہیں

الا هلك الراعی العشیرة ذوالفقد ۔ وساقی الحجیج المحامی عن المجد
ومن یالف الضیف الغریب بیوته ۔ اذا ما سماء الناس تبخل بالرعد

لبست ولبس خیر ما لبس الفتی   فاحتسفل المنتقد ادیا شیبة الحمد

الی الحارث الضیاء من خلی مکانه   فلا بعدت فکل حی الی بعد

فانی لباك ما لقیت و موجع   وکان له اهلا لما کان من وجد

سقاك ولی الناس فی القبر ممطرا   ویسوق اکمیه وان کان فی اللحد

فقد کان زیناً للعشیرة کلها   وکان حمید الحشیما کان من حمد

(تذکرة الخواتین)

انارکلی

شاہنشاہ جلال الدین اکبر کے محل میں منجملہ اور محلداریوں کے نوکر تھی۔ نگار اس
کا حسن و جمال اور اس کی چھب تختی اور اس کے انداز و ادا نے اس کو ایک خاص منہم
کا نمونہ بنا رکھا تھا۔ اور یہ خاص و تخم شہر ہی تھی جو بیگمات کے شابان میں اتفاق
سے شہزادہ جہانگیر کی نگاہ سر چڑھ گئی۔ اور اپنے حسن کی لگاوٹ و شوخی دیدہ نگاہی
سے اس کے دل میں اتر گئی یہاں تک کہ عام طور پر اس کا چرچا ہونے لگا اور شاہنشاہ
اکبر کے گوشگزار ہوا۔ سادہ مزاج شاہنشاہ نے شاہزادہ کے ساتھ اس کی ایسی لگاوٹ
کو ناپسند کیا اور اس کو زندہ درگور کروا دیا۔ لکچر سکت انڈیا میں لکھا ہے۔ کہ اکبر نے
اس کو زندہ درگور کرا دیا لیکن جب جہانگیر تخت نشین ہوا۔ تو اس نے اپنی اس
شہیدۂ عشق کی یادگار میں۔ اس کی قبر پر ایک خوشنما مقبرہ سنگ مرمر کا تیار
کرایا۔ اور نقش و نگار سے اس کو آراستہ کیا شہر لاہور کا سب سے زیادہ بارونق
بازار انارکلی اسی انارکلی کا آباد کیا ہوا ہے۔ اور مشاہیر نسواں میں انارکلی
کا حال بھی اسی قدر لکھا ہے جو آپ کے لفظوں میں بیان کیا ہے۔ لیکن اکبر جیسے
شاہنشاہ کی نسبت انارکلی کا صرف نا تصور کہ وہ شاہزادہ سے لگاوٹ رکھتی تھی۔
زندہ درگور کئے جانے کے لئے کافی نہیں سمجھا جا سکتا جب تک اس کا کوئی سنگین قصور نہ
ایسی ہی سنگین سزا کے لائق نہ بتایا جائے۔ دوسرے اس کی قبر کا پتا نہیں بتایا

گیا۔ راقم نے تاہم دیں اگر اس کے حال کو دریافت کیا تو واقعی اس کے نام سے جو بازار یادگار ہے۔ وہ اس وقت بھی بہت کچھ بارونق ہے۔ اور زیب النساء بیگم دختر عالمگیر امپیر رانڈیا کا شکستہ مقبرہ بھی اسی بازار انارکلی کے مغربی حصہ میں بنا ہوا ہے جس کا حال اسی کتاب میں ناظرین ملاحظہ کریں گے۔ انارکلی کی قبر بھی ایک ویران حصہ میں بتائی گئی۔ اور انارکلی کے ذکر کے ساتھ یہ روایت بھی سنی گئی کہ اس کو بادشاہ نے زندہ چنوا دیا تھا۔ اس سے زیادہ تفصیلی حالات نہیں معلوم ہوئے

انور خاتون

گزیٹیر (انگریزی) میں لکھا ہے۔ کہ برار کے حاکم صلابت خان کی بامذاق اور رعایا پرور شگفتہ رو اور حمیدہ خوبی بی تھی۔ عمارت بنانے کا شوق رکھتی تھی شہر ایلچ پور میں جو محلہ انور پورہ کے نام سے آباد ہے۔ وہ اسی خاتون کے نام کی نشانی ہے۔ ایلچ پور کے شریف اور اکثر خاندانوں میں اس کا ذکر تعریف سے کیا جاتا ہے۔

اس طرح جی کہ بعد مرگ کے
یاد کوئی تو گاہ گاہ کرے

انیس الدولہ

ایران کے مشہور بادشاہ ناصر الدین شاہ کی نہایت عالی دماغ بیگم تھی پولیٹکل کاموں میں رائے دینے کا ملکہ رکھتی تھی جن و جمال میں یکتا تھی ضروری علوم باقاعدہ طور سے پڑھے تھے۔ آداب دنیا ایک ایک کر کے معلوم تھے۔ ایران کی تاریخ اس کو زبانی یاد ہو گئی تھی۔ استنبول سے اسکو نشان شفقت عنایت ہوا تھا۔ مذہبی حسنات

بیں خاص فیاضیاں ظاہر کرتی رہتی تھی۔ برٹش سفیر مالکم اور گلشن سیاحوں نے
ایران کے ذکر میں اس کے حالات کو خصوصیت سے بیان کیا ہے۔ حضرت علی کے
مزار پر رکھوانے کے لئے ایک مرصع اور ہیکل بالماس بھیجہ روانہ کیا۔ شہدائے کربلا
کے نام پر ایک خالص چاندی کی نورانی ضریح بنوائی۔ استانہ امام حسین علیہ السلام
کے لئے مروارید کا پردہ بنوایا۔ روضۂ امام رضا علیہ السلام پر نیم تاج الماس چڑھایا
مسجد گوہر شاد کا نقرہ ملمع امام رضا علیہ السلام کی درگاہ میں روضہ خوانی کے مصارف
کے لئے دوکانات کا وقف۔ شاہزادہ حسین کے مزار واقع امامیہ کا گنبد۔ ناصر آباد
کا پل اس نیک اور فیاض بی بی کا خاص یادگار ہیں۔ علی گڑھ منتھلی میں انیس الدولہ
کا حال بہت تحقیق و تفصیل سے شائع کیا گیا ہے جس سے اس کی عقل و فراست
اور بادشاہ کے مزاج میں اس کے دخل ہونے کا ثبوت ملتا ہے اور ہر جہت بلحاظ شاہی
تو ہر چیز بیشتر آسکتی ہے۔ لیکن ایسی خاتون قسمت ہی سے مل سکتی ہے۔

اودھم بائی

محمد شاہ بادشاہ کی ملکہ تھی۔ سنہ [illegible] ہجری میں احمد شاہ اس کے بطن سے پیدا
ہوا جب احمد شاہ بادشاہ ہوا۔ تو اس عقلمند خاتون کو نواب بائی کا خطاب ملا اور
اس کی سفارش سے جاوید خان خواجہ سرا کو نواب بہادر کے خطاب سے عزت دی گئی
بعد میں وہ نواب قدسیہ بیگم صاحبہ زمانی کے معزز لقب سے یاد کی گئی۔ اس نے
سنہ [illegible] ہجری میں ایک خوشنما لال مسجد قلعہ دہلی کے متصل تعمیر کی جو سنہری مسجد کے
نام سے مشہور ہے۔ اس مسجد کے دروازہ پر یہ شعر کندہ ہیں۔

شکر حق در عہد احمد شاہ غازی بادشاہ　　خلق پرور دادگر شاہنشہ عالم پناہ
مسجدے کردہ بنا نواب قدسی مرتبت　　باد دائم فیض عالم آن ملک سجدہ گاہ
چاہ جوئی و صفات عرش آمد در حرم　　ہر کہ زانش زیارت کرد شد پاک از گناہ
سال تاریخش چو جستم یافتم از الہام غیب　　مسجد بیت مقدس مطلع نور الہ

عمارت شاہ مردان کو جود ہی کے قریب ہے - اسی خاتون کے حکم سے ۱۱۲۶ھ ہجری نواب بہادر جاوید خاں نے تعمیر کیا تھا - (سفینات و مشاہیر)

اولیا

خلیفہ ہارون الرشید کی سوتیلی بہن مثل اپنے مشہور بھائی ابراہیم مہدی کے فن موسیقی میں شہرۂ آفاق تھی - اور باوصف اس کے یہ خاتون انتہا درجہ عابدہ اور زاہدہ تھی اس کے موسیقی ذاتی کی کیفیت صاحب آلاغانی نے خاص تعریف کے ساتھ لکھی ہے - جس سے اس کا مرتبہ کمال ظاہر ہوتا ہے - اس کی طبیعت میں ایجاد و اختراع کا خاص مادہ تھا - چنانچہ گوٹہ کا جواہر نگار ٹوپی اس کی ایجاد ہے جو اس وقت میں تمام شاہزادیوں اور رئیس زادیوں کے زیب سر نظر آتی تھی - اور وہ ایک نہایت اعلیٰ درجہ کے امیرانہ فیشن میں جگہ پا گئی تھی -

ایمنہ

ہم الف کی تقطیع کو ایک ایسی عورت کے نام پر تمام کرتے ہیں جس کا حال افسوسناک ہے اور وہ ٹریجیڈی کا ایک فوٹو سامنے کرتا ہے -
ٹرکش ڈیمن میں لکھا ہے - کہ یہ نیک خاتون قسطنطنیہ کے علی پاشا کی بی بی تھی - اس کا باپ ولیونیکا پاشا تھا سنگدل حیثیت کے باعث بادشاہ ملک کے لقب سے مشہور تھا - اپنے ادا ر وچہ علی پاشا کے ہمراہ معرکوں کا شکار ہوا - ایمنہ بڑی نیک دل عورت تھی - علی پاشا کے مظلوموں کے ساتھ وہ ہمیشہ نیکی کیا کرتی تھی - کچھ تو اس لئے کہ ایسی نیکی کرنا اس کی نیک طبیعت میں داخل تھا - اور کچھ اس لئے کہ وہ مظلوم اس کے خاوند علی پاشا کے حق میں بددعا نہ کریں - جب صادلہ کے مقتول ہونے کی خبر پہنچائی گئی - تو ایمنہ اہل صادلی کی بہادری

سے متاثر ہو کر اپنے خاوند علی پاشا کے قدموں پر گر پڑی۔ اور
ان بیچاری کی سفارش کرنے لگی۔ لیکن علی پاشا نے اس کو سختی
کا جواب دیا جس پر اس نے کہا۔ کہ جناب والا آپ مجھ کو کیا سمجھتے
ہیں میں بھی ایک پاشا کی بیٹی ہوں جو تیرے مظالم سے مار اگیا
علی پاشا اس کلام سے اتنا غضبناک ہوا۔ کہ اس نے طپنچہ نکال کر
اپنی نیک اور بے قصور بی بی امینہ کے مار دیا۔ اور خود چھپتا تا
ہوا۔ ایک کمرہ میں جا کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر میں اس کو اس
کے مرنے کی اطلاع دی گئی۔ تو یہ سخت متاثر ہوا۔ اور تمام
عمر کے لئے ایسی بی بی اپنے ہاتھ سے کھو کر ناکامی سے
زندگی بسر کی ‌‌✚



ب

ب کی ردیف ایک ایسی فیاض اور رحمدل بی بی کے نام سے شروع کی جاتی ہے
جس کا نام اودھ کی سرزمین کو سرمایہ افتخار ہے۔ اور اس کے خیالات پولیٹیکل سے
عاقبت اندیشی کا اندازہ ہوتا ہے۔ اور قریب قریب تمام ہندوستان کی مستورات
میں جوہر فرد ماننے کے لائق ہے۔ یہ کون

بہو بیگم

جو محمد شاہ بادشاہ کی بیٹی اور شجاع الدولہ حکمران اودھ کی خاتون معظم تھیں
زبان پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا کہ میرے نطق نے بوسے میری زبان کے لئے
شجاع الدولہ ان کا بہت بڑا ادب کرتے تھے۔ اور تمام ملک ان کے احترام
کا قابل تھا۔ بہو بیگم کا خزانہ روپے اشرفی اور جواہرات سے بھرا ہوا تھا۔ ایک
مرتبہ ان کے بیٹے آصف الدولہ نے اپنے مصارف کے لئے ان پر زور ڈالا تو چونتیس ۳۴
لاکھ روپے نقد اور چھتیس ۳۶ لاکھ روپے کا اثاثہ ان کو دیا۔ آصف الدولہ کے خمیر
میں فیاضی کا مادہ انہیں بی بی کے پیٹ سے ساتھ آیا۔ مبارک وہ بیٹا جس کی
ماں بہو بیگم جیسی ہو۔ اور مبارک وہ جو آصف الدولہ جیسا بیٹا پائے جس کی
فیاضیوں نے ملک کو حیران کر دیا۔ اور تمام ہندوستان میں ان کی فیاضی ضرب المثل
ہو رہی ہے۔ اور لکھنؤ کی ہر دکان صبح کو آصف الدولہ کا نام لیکر کھولی جاتی ہے
اور یہ نقل زبان زد عالم ہے۔ جس کو نہ دے مولا اس کو دے آصف الدولہ
اور ہندوستان کے دلوں پر ان کی تمام فیاضیوں کا اثر یکساں پڑا ہوا ہے
بہو بیگم کے پاس ان کے ذاتی دس ہزار پیادہ سوار رہتے تھے۔ اور سینکڑوں
ہاتھی گھوڑے چاندی سونے اور مرصع ساز و سامان کے ان کی جلو میں ہوتے تھے
ایک لاکھ سے زیادہ ملازم اور متوسل بہو بیگم کی سرکار سے پرورش پاتے تھے
اور ان میں ہر ایک ایسا خوش و خورم رہتا تھا جیسے بچہ اپنی ماں کی گود میں خوش
ہوتا ہے۔ جب اودھ کا پایۂ تخت فیض آباد تھا۔ اس لئے بہو بیگم کا کارخانہ وہیں

تھا۔ اس دوراندیش بیگم نے سمجھ لیا تھا۔ کہ آنے والا زمانہ انگلش قوم کا ساتھ دینے والا ہے۔ اور آئندہ اودھ کی قسمتیں انگلش گورنمنٹ کے ہاتھ میں جانے والی ہیں۔ اس لئے اس نے اسی زمانہ میں ایمپریل ایسٹ انڈیا کمپنی سے راہ اور رسم پیدا کی۔ اور اس کو انگریزی قول و فعل کا پورا یقین ہو گیا۔ اور چونکہ اس کو معلوم تھا کہ نوابان اودھ کی اولاد اس کے بعد اس کے ملازموں اور متوسلوں کی پرواہ نہ کرے گی۔ اس لئے اس دولتمند اور فیاض بی بی نے کئی کروڑ روپیہ ایسٹ انڈیا کمپنی کو دیکر اپنے رشتہ داروں اور ملازموں اور متوسلوں کے وثائق جاری کرا دیئے جو نسلاً بعد نسل جب تک گورنمنٹ انگریزی کی حکومت ہے جاری رہیں گی اسی کی بدولت آج لکھنؤ کی سفید پوشی قائم ہے اور اب بھی ہزاروں عورت و مرد کی گذران بہو بیگم کے مقرر کرائے ہوئے وثیقوں سے ہوتی ہے۔

بہو بیگم نے علاوہ اور باتوں کے تین لاکھ روپیہ اپنے مقبرہ کے لئے اور ایک لاکھ روپیہ اس مقبرہ پر مذہبی رسوم ادا ہونے کے لئے اور دس ہزار روپیہ سالانہ جائدادزادوں مجاوروں کی پرورش کے لئے جو اس کی قبر پر فاتحہ خوانی کریں علاوہ مقرر کی۔ یہ مقبرہ دراب علی خان نے بنوانا شروع کیا تھا۔ مگر نامکمل رہ گیا۔ اور روپیہ خورد برد ہو گیا۔ اور یہ مقبرہ تیار ہو جاتا تو وہ بھی ہندوستان کی نامی عمارتوں میں سے ہوتا۔ اور اگر نہ ہوا تو کچھ پرواہ نہیں۔ بہو بیگم کا نام ان کے عطایا سے ہمیشہ لکھنؤ میں قائم رہیگا۔ اور خدا کی طرف سے جو معاوضہ ہوا اس کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔ اے خدا تو اس فیاض خاتون کو خلد معلّیٰ کی نورانی روشنی بخش۔

(تاریخ اودھ)

بہو

نواب یوسف علیخان بہادر مرحوم فرمانروائے ریاست رامپور کی محل خاص کا تخلص تھا۔ جن کو کنبہ میں بہو بیگم کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ بڑی نازک دماغ خاتون تھیں۔ شعر گوئی کا خاص مذاق رکھتی تھی۔ صاحب مشاہیر نے تذکرہ میں سے ان کے دو شعر نقل کئے ہیں۔

شب بزم میں [illegible] آنکھیں تو لڑا دیں ذرا اس شوخ [illegible]

پر خوف مرے دل میں بھی ایک تاب ہے ہاں کہ ڈوب جائے نہیں تار نظر سے

بیگی

امیر علی شیر والی ہرات کے بھائی امیر درویش علی کی خاتون کا نام ہے امیر علی جلایر کی بیٹی تھی۔ اکثر شعرا اس کے وظیفہ خوار تھے خود بھی شعر و سخن میں اعلیٰ دستگاہ رکھتی تھی۔ ایک سال ملا آصفی شیرازی کو مقررہ غلہ ملا جو اس کی طرف سے ہر سال ملا کرتا تھا۔ انہوں نے یہ نہایت رنگین اور پر مذاق قطعہ لکھا۔

قطعہ

آبا عروس خطا بخش و حریم پوش بگو | کہ کے وظیفہ ما را قرار خواہی داد
بوقت غلہ مرا گفتہ کہ یار غم | سرم فدائے تو مدت چند بار خواہی داد

بیگم نے ظرافت معنی سے خوش ہو کر شاعر صاحب کو دونا غلہ عنایت کیا اس کے چند اشعار یہ ہیں۔

اشکے کہ سر ز گوشۂ چشمم بروں کند | ہر دم کے من نشیند و شوخی و خوں کند
آہ از ان زلیفے کہ دارد و دشمنہ جان تا بہ او | دارے کہ ہر دم منے خورد خوشتاب باز او
الجوے کی ذوق کے لب جاں ما را | سرگشتہ بہ بحر و بر قرد اند ما را
ای کاش ہجر سے بر ساند ما را | کز ہستی خود باز رہاند ما را

بیگم (ریختی)

حضرت سلطان عالم محمد واجد علی شاہ بادشاہ اودھ نظر بند مٹیا برج کلکتہ کی تاج بیگموں میں داخل تھیں بیگم محل کا خطاب دیا گیا تھا۔ ریختی کہتی تھیں۔ اور ریختی کا مذاق خصوصیت سے تھا۔

تجھ سے مجھ گئی سسرال میں تشکو جانم | نہیں یہ کہیں کو دو بہرے کہا نہ تمہارا

میری ننھی چوٹی کی لینی خبر ہو — ہاں انسان ہے سر پر دو دگار تمہارا
ہوا بال بیکا جو مرزا ہمارا — تو پھر سنگ ہے اور شانا تمہارا

بیگم

لکھنؤ کی رہنے والی میر محمد تقی کی دختر کا نام ہے جس کلام میں چلتی ہوئی طبیعت پائی تھی۔

پہروں سر گیسو میں گرفتار تو رکھا — اب کہتے ہو کیا تم نے کہیں یار تو رکھا
کچھ بے ادبی اور شب وصل نہیں کی — ہاں یار کے رخسار پہ رخسار تو رکھا

بیدلی

خواجہ عبداللہ المتخلص بہ واں ابن خواجہ حکیم کی بی بی کا نام ہے بیدلی تخلص
ہے کمال شعر و سخن میں خاص شہرت رکھتی تھی۔ ہرات وطن تھا۔

روم بباغ در نرگس دیدہ وا کنم — کہ تا نظارہ آن سرو خوش خرام کنم

یہی ایک شعر تذکرۂ اختر تاباں اور مشاہیر نسواں اور جواہر العجائب میں دیکھا
ہوا مگر اس ایک اس شعر سے بھی اس کے شاعرانہ مذاق کا اندازہ ہوتا ہے۔

بیجہ

ایران کی مشہور شاعرہ تھی۔ علم و فضل میں خاص شہرت رکھتی تھی۔ ملا جامی
ہم عصر ہے۔ اس کو شعر گوئی میں بھی کمال تھا۔ اس کے اور ملا جامی کے درمیان اکثر
مشاعرات ہوا کرتے تھے۔ بیجہ نے یہ شعر اپنے شوہر کے مرثیہ میں لکھا ہے۔

کو کسے کز پختہ کردہ ز جسم مستور آسمان — غلغلے مدکر موافقت در زمین آمین زبان

بوران

خلیفہ مامون الرشید عباسی کے وزیر حسن بن سہل کی لائقہ لڑکی کا نام ہے
شہر مرو میں اس کی منگنی مامون الرشید سے ہوئی۔ اس کے بعد سنہ ۲۱۰ ہجری میں
ایسی دھوم دھام کی شادی ہوئی۔ کہ نہ کبھی ایسی ہوئی ہے۔ اور نہ ہوتی نظر آتی ہے
مسٹر جسٹس امیر علی نے خواتین اسلام کے ذکر میں خاص طور سے اس کا ذکر کیا ہے
ہمارے مخدوم مولوی عبد الرزاق صاحب کانپوری نے تاریخ البرامکہ میں اور
مولانا شبلی صاحب نعمانی نے المامون میں بہ تفصیل تذکرہ اس کا ذکر خیر قلمبند فرمایا
ہے لکھا ہے کہ برات کی شب کو منجملہ اور تکلفات کے چالیس من عنبر کی ایک شمع
روشن کی گئی تھی جس نے اپنی خوشبو کو چاروں طرف کے محلوں میں پھیلا دیا تھا
اور بیشمار ٹکلیاں ایسی نثار ہوئی تھیں۔ جن میں علاوہ نقد کے جاگیروں کے نام درج
ہے جس نے وہ ٹکلی پائی۔ وہ اس جاگیر کا مالک بن گیا۔ بوران جب دنیائے اسلام
کی ملکہ ہوئی۔ تو اپنی نہایت عمدہ خاندانی تعلیم۔ اور اپنی دانشمندانہ طبیعت۔ اور
اپنے حسن وجمال کے اثر سے خلیفہ مامون الرشید پر حاوی ہو گئی اور امور سلطنت میں
اس کا ایک مشیر خاص بن گئی۔ اس رسوخ کو وہ رعایا کے فائدے کے لئے کام میں
لاتی تھی۔ وہ بہت بڑی فیاض اور مخیرہ تھی۔ اس نے بغداد میں کئی شفا خانے
بنوائے۔ اور محض عورتوں کی تعلیم کے لئے زنانہ کالج قائم کئے۔ اور ان کے
مصارف کے پورا کرنے کو اپنی طرف سے بڑے اوقاف مقرر کئے۔ جب مامون
نے ۲۱۸ ہجری میں انتقال کیا۔ تو اس نے مامون کے محل ہی میں گوشہ گزینی اختیار
کی۔ اور اس کے بعد پچاس برس تک زندہ رہی۔ ۲۷۱ ہجری میں انتقال کیا

بادشاہ خاتون

سلطان قطب الدین محمد کی بیٹی نہایت فاضلہ انصاف پسند اور صاحب حسن
وجمال خاتون تھی۔ یہ اپنے ہاتھ سے قرآن شریف اور کتابیں لکھا کرتی تھی شعر گوئی
کا شوق تھا۔ ایک قطعہ نقل کیا جاتا ہے۔

درون پردۂ عصمت کہ تکیہ گاہ من است ‏ مسافران ہوا را گذر بدشواری است

نسیم باد مزن سر بزیر مقنعہ او ‏ کہ تار و پود وے از عصمت و نکوکاری است

سنہ ۶۹۱ ہجری میں بادشاہ خاتون کرمان کے تخت پر جلوہ افروز ہوئی لیکن چونکہ وہ اپنے لائق بھائی کے قتل کی مرتکب ہوئی تھی۔ اور رعایا، کا جوش اس واقعہ سے بھرا ہوا تھا۔ اس لئے رعایا اس سے برگشتہ ہو گئی۔ اور سنہ ۶۹۴ ہجری میں اس کو تخت سے اتار کر تختہ پر کھینچا۔ اور جو مدرسہ اس کی ماں خاتون نے بنایا تھا اس میں دفن ہوئی

(مشاہیر نسوان بحوالہ روضۃ الصفا)

بثینہ

یہ عورت جمیل بن معمر کی ایسی ہی معشوقہ ہے جیسے لیلیٰ قیس کی جمیل عرب کا ایک مشہور شاعر تھا۔ اور بثینہ پر صرف اس کی صورت کے اثر سے عاشق نہ ہوا تھا بلکہ بثینہ کی شاعری اس کے دل میں کھپ گئی تھی جمیل کے نزدیک اس وقت تمام عرب کی عورتوں میں کوئی ایسی خوش کلام اور فصیح عورت نہ تھی جمیل نے سنہ ۸۲ ہجری میں انتقال کیا اور بثینہ نے جو مرثیہ اس کا کہا۔ اس کے دو شعر یہ ہیں۔

وان سلوی عن جمیل لساعۃ ‏ من الدہر ما حانت ولا حان حینہا

مجھے گھڑی بھر بھی جمیل کی یاد سے صبر ‏ نہیں آتا اور خدا کرے کہ نہ آئے

سواء علینا یا جمیل بن معمر ‏ اذا مت باساء الحیاۃ ولینہا

اے جمیل تیرے مرنے کے بعد ‏ دنیا کا عیش و غم برابر ہے

بہیہ

یہ نیک خاتون مصر کے قصبہ سطبیہ کی رہنے والی نسل سادات سے ہے اس نے کئی حج کئے ہیں۔ اس نے تکیہ خانیہ مشہور ہے۔ یہ زمانہ آخر کے خواتین میں ہے سنہ ۱۳۱۹ ہجری تک اس نے چند قطعات اراضی وقف کئے ہیں۔ تاکہ ان کی آمدنی ہو خیرات میں صرف کی جائے اور سطبیہ میں ایک مسجد بھی بنائی ہے۔ اور ایک مدرسہ قائم کیا ہے جہاں قرآن مجید اور فقہ وغیرہ کی تعلیم ہوتی ہے اور اس کے وقف سے مدرسین علماء کو وظائف دیئے جاتے ہیں۔

صاحب اخبار المؤید مصر لکھتے ہیں۔ کہ ملک مصر میں پہلی خاتون ہیا جن کی طرف سے ایسے نیک کاموں کی مثال قائم ہوئی۔

بدویہ

مصر کے خلیفہ آمر باحکام اللہ فاطمی کی ملکہ کا نام ہے۔ وہ ایک گانوں کی رہنے والی تھی۔ اس کو ہمیشہ صحرائی آب وہوا کے ساتھ دلچسپی رہی۔ وہ شہری تکلفات کو پسند نہ کرتی تھی۔ اس لئے اس کا لقب بدویہ پڑ گیا تھا۔ خلیفہ نے اس کے لئے نہایت عالیشان محل بنوا دیا۔ لیکن وہ اپنے دہاتی بود و باش کے سامنے اس کو ہیچ سمجھتی رہی۔ بدویہ اپنے حسن وجمال کے علاوہ فصاحت وبلاغت کے اعلےٰ اوصاف سے بھی آراستہ تھی جس نے خلیفہ کے دل میں اس کی محبت کا محل تیار کیا تھا۔

بذل

خلیفہ ہادی عباسی کی ایک کنیز کا نام ہے۔ فن موسیقی میں یگانہ روزگار تھی اس فن کو اس نے فلیح ابراہیم اسحٰق موصلی جیسے استادوں سے حاصل کیا تھا۔ وہ ناتیر اس کی شاگرد تھی۔ اس نے ایک کتاب بھی فن موسیقی میں مرتب کی ہے اس میں موسیقی کے بارہ ہزار مقامات کا حال لکھا ہے۔ (آغانی)

برّہ

عبدالمطلب بن ہاشم کی بیٹی اور آنحضرت کی پھوپھی کا نام ہے۔ انہوں نے بھی اپنے باپ کے حسب الارشاد باپ کے جیتے جی باپ کے مرنے کے مرثیہ کہا ہے جیسا کہ ان کی اور پانچ بہنوں نے علاوہ علاوہ مرثئے کہے ہیں اس کے تین شعر یہ ہیں

اعینی جودا بدمع درر — علی طیب الخیم والمعتصر
علی ماجد الجد واری الزناد — جمیل المحیا عظیم الخطر
علی شیبة الحمد ذی المکرمات — وذی المجد والعز والمفتخر

بزرگی

کشمیر کے رہنے والی ایک شاعرہ کا نام ہے۔ جہانگیر کے عہد میں تھی۔ پہلے طوائف تھی
پھر تائب ہو کر پردہ نشینی اختیار کی۔ کہتی ہے

موہمو نالہ ام گوئی کہ استاد ازل — رشتہ جانم بجائے تار در طنبور بست

لکھا ہے کہ ایک دفعہ چار شاعر اس کی تعریف سن کر اس کے ملنے گئے لیکن بار نہ پایا۔ اور ایک
نوجوان عرب آیا۔ اور بے تحاشا اندر چلا گیا۔ اس سے ان چاروں کو بہت رنج ہوا اور انہوں نے یہ رباعی لکھ کر بھیجی

اے شیوۂ کفر و دین بہم ساختہ — غم را بہ وجود خود عدم ساختہ
آثار بزرگی ز جبینت پیداست — گویا عربے دگنہ بعجم ساختہ

بزرگی نے یہ جواب لکھ کر بھیجا۔

روزے کہ نہادیم درین دیر قدم را — گفتیم صلا ہست عرب را عجم را

اور ان چاروں کو بھی بلا کر اپنے حسن اخلاق اور لطف کلام سے شاد کام کیا۔ (اختر تابان)

بزم عالم

سلطان محمود خان ثانی کی سلطانہ اور سلطان عبد المجید خان کی والدہ ماجدہ بڑی
نیک اور فیاض بی بی تھیں۔ انہوں نے استانبول کے قریب ایک شفاخانہ بنوایا ہے
جس میں ڈیڑھ سو بیماروں کے رہنے اور کھانے پینے اور ان کے علاج ہونے کا سامان موجود
رہتا ہے۔ اور بیماروں کو نہ صرف دوا اور غذا ہی دی جاتی ہے۔ بلکہ ان کے لباس اور ان
کی عام ضروریات کا بندوبست بھی اس شفاخانہ سے متعلق ہے۔ اور توپخانہ قسطنطنیہ کے
پاس جامع مسجد بھی بنوائی ہے۔ جو کہ بی بی والدہ جامع کے نام سے مشہور ہے اور ۱۸۴۵ء عیسوی
میں اس فیاض بی بی نے گولڈن ہارن پر ایک عمدہ پل بنوایا۔ یہ پل قسطنطنیہ کی عام تجارت
کا گزرگاہ ہو رہا ہے۔ اور عین وسط شہر میں واقع ہے۔

بیتی خانم

ملک الشعراء طالب آملی کی بہن تھی۔ فن طب اور قرات میں دستگاہ خاص رکھتی تھی اکثر شہزادیوں نے عموماً اور جان آرا بیگم نے خصوصاً اس کی شاگردی کا فخر حاصل کیا تھا ممتاز محل کو اس سے خاص انس تھا۔ اس کو اپنی مہر سپرد کر رکھی تھی۔ اور ممتاز محل کی وفات کے بعد جہان آرا بیگم نے بھی یہ خدمت اسی کے سپرد رکھی ۱۰۵۶ھ میں اس لائق خاتون کا انتقال ہو گیا۔ شاہجہان نے بہت افسوس کیا (مشاہیر سیر المتاخرین)

بسم اللہ

دہلی کی رہنے والی ایک پردہ نشین شاعرہ کا نام اور تخلص ہے۔ والدہ اس کی نائیت زا لکھی بسم اللہ منشی انعام اللہ کی شاگرد تھی۔ غدر کے بعد چند سال زندہ رہی سال انتقال معلوم نہیں۔ یہ دو شعر یادگار ہیں۔

تیری الفت میں یہ حاصل ہوا ہے — کہ مضطر سے دل آگاہ ہے تپاں ہے
نہ کیجئے ناز حسن عارضی پر — نہ سمجھو یہ بہار بے خزاں ہے

(مشاہیر نسواں بحوالہ شمیم سخن)

بنان

خلیفہ متوکل عباسی کی کنیز تھی۔ بہت بڑی بذلہ سنج اور شاعرہ سمجھی جاتی تھی فی البدیہ شعر کہنے میں اس کے خاص ملکہ حاصل تھا۔ ایک دن خلیفہ نے یہ شعر پڑھا۔

یصد و دا العرا لمودة واصل — وسعید عنی بالوصال وقا قریب

اور بنان کو اس پر نکتہ کہنے کا اشارہ کیا — بنان نے فی البدیہ کہا

وعندی له العتبیٰ علی کل حالتہ — فما منه لی بُدٌّ ولا عنہ مذھب

(تذکرۃ الخواتین)

بنت صفہانیہ

شاہ عالم الدین سالار کی لڑکی شاہ عباس صفوی کے عہد میں مشہور شاعرات میں تھی

صاحب اختر تابان نے اس کے یہ اشعار نقل کئے ہیں۔

روزے کہ طرب مالب وخال تو کنیم | جان تازہ بفرخندہ جمال تو کنیم
این جرم کہ زندہ ماندہ ام بے رخِ تو | در گردن امید وصال تو کنیم

بنت بجیر

بجیر بن عبداللہ عرب کا مشہور شہسوار تھا۔ قبائل بنی تمیم اور بنی ضبر سے اور بنی عروس کی لڑائی رہتی تھی۔ اتفاق سے بنی عمرو نے اسے قید کر لیا اور وہ مار ڈالا گیا بنت بجیر نے باپ کا مرثیہ کہا جس میں وہ اپنی قوم کو برانگیختہ کرتی ہے کہ قصاص لے

فما کعب بکعب ان اقامت | ولم تثار لقاء بہا الفلیل
کعب اپنے نام پر فخر نہ کرے اگر | اس نے اپنے مقتول کا قصاص نہیں لیا
وزحلھم بادیہم مقبعا | لدی الکدام طلاب لذحون
قصاص کے لئے مقتول کھڑا ہوا | کدام کے پاس انہیں بولا رہا ہے

بنت خداویدی

اس عورت کو خدا نے لنجا پیدا کیا تھا۔ لیکن وہ اپنے پاؤں نہایت عمدہ خوشخط لکھتی تھی۔ ابن تغری نے نجوم زاہرہ میں بیان کیا ہے۔ جب یہ عورت ۲۳۲ ہجری میں اسکندریہ آئی۔ تو اس کی قابلیت کو سنکر بہت لوگ مشتاق ہوئے اور ان کی ہمدردی سے اس نے بہت کچھ کما لیا۔ وزیر مصر نے بھی اسے اپنے پاس بلوایا۔ اور ایک قوت وظیفہ اس کے لئے مقرر کر دیا۔ اس کا پتہ کا مقبرہ اب تک اسکندریہ میں موجود ہے اور کچھ زمین اس پر وقف بھی ہے

(مشاہیر)

بنت زہیر

محمد بن عبد الملک کی بیٹی کا نام ہے۔ محمد کا انتقال ۵۹۶ہجری میں ہوا ہے بنت زہیر نے نامور باپ کی طرح علم طبابت میں کمال دستگاہ رکھتی تھی۔ اور اکثر

عورتوں کے علاج کیا کرتی تھی۔ چنانچہ امیر ابوالمنصور کے محل میں سب بیگمات اور خواتین اسی سے علاج کراتی تھیں۔

بنت عقیل

حضرت علی کے بڑے بھائی حضرت عقیل کی صاحبزادی زنان بنی ہاشم میں اول درجہ کی فصیح و بلیغہ تھیں جس دن اہل بیت شام سے مدینہ منورہ میں آئے تو آپ نے ایک گروہ عرب کے ساتھ ان کا استقبال کیا۔ اور ملاقات کے وقت جو ایک کہرام برپا ہوا تھا فی البدیہہ یہ اشعار بیان فرمائے۔

ماذا تقولون اذ قال النبی لکم ماذا فعلتم وانتم آخر الامم

بعترتی و باھلی بعد مفتقدی منھم اساری و منھم ضرجوا بدم

ما کان ھذا جزائی اذ نصحت لکم ان تخلفونی بسوء فی ذوی رحمی

بنت مہلہل

عرب کے مشہور شاعر مہلہل بن ربیعہ کی بیٹی کا نام ہے۔ اس نے غیر معمولی ذہن و ادراک پایا تھا لکھا ہے۔ کہ دو شخصوں نے اس کے باپ کو قتل کر ڈالا مرتے وقت مہلہل نے یہ شعر کہا۔

من مبلغ الاقوام ان مہلہلاً للہ درکما و در ابیکما

اور اپنے قاتلوں سے کہا۔ کہ میری دو بیٹیاں ہیں۔ ان کو جا کر یہ شعر سنا دینا کہ مہلہل مارا گیا۔ چونکہ عرب کے لوگ وصیت کا بہت لحاظ کرتے تھے لہٰذا وہ قبیلہ بنی تغلب میں پہنچے۔ اور مہلہل کی بیٹیوں کو اس کا شعر سنایا ...ٹی نے ایک چیخ ماری۔ اور کہا۔ کہ خدا کی قسم ہمارا باپ مارا گیا ہے۔ اور یہ ... کے قاتل ہیں۔ اور یہ شعر ہمارے باپ نے کہہ کر بھیجا ہے۔ وہ دوسرے مصرعے کی تضمین بجز اس طرح کے نہیں ہو سکتی۔

من مبلغ الاقوام ان مہلہلاً — اضحی قتیلاً فی الفلاۃ مجندلاً

قوم سے کوئی جا کر کہے کہ مہلہل — جنگل بیابان میں مارا ہوا پڑا ہے

للہ درکما ودر ابیکما — لا یبرح العبدان حتی یقتلا

تم کو اور تمہارے باپ کو شاباش — قتل ہوئے بغیر ان غلاموں کو جدا نہ کرنا

چنانچہ فی الفور بنی تغلب نے ان کو گرفتار کیا۔ اور دریافت حال پر وہ واقعہ سچا نکلا۔

نبی خانم

محمد علی شاہ بادشاہ دہلی کے ایک امیر نواب نجم الدولہ اسحق خان کی خاتون کا نام ہے۔ احمد بادشاہ کے وقت میں دلی چھوڑ کر فیض آباد (اودھ) میں چلی آئی تھیں۔ شجاع الدولہ نے ان کا بہت احترام کیا۔ اور پانچ ہزار روپیہ ماہوار کا وظیفہ مقرر کر دیا۔ نبی خانم بہت بڑی باعصمت اور پردہ کا خیال رکھنے والی تھی یہاں تک کہ اس کے بھائی اور عزیز بھی بغیر اطلاع نہ آسکتے تھے اور جب کوئی آتا۔ تو وہ اپنا تمام جسم پر قعہ میں چھپا کر اس سے ہمکلام ہوتی۔ اس بیگم کی فیاضی ضرب المثل و مشہور تھی۔ اکثر بیوہ عورتوں اور نا کتخدا لڑکیوں کی خبر گیران رہتی تھی۔ سینکڑوں لڑکیوں کے نکاح اپنے پلے سے شادی کا خرچ۔ اور جہیز دے کر کرا دیے ؛

تمام شد

بقلم خود محمد امین کاتب از سلہو کے ضلع گوجرانوالہ

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri

CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri